﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ (بنى إسرائيل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدير أعلىٰ: نصير أحمد قمر

جلد ۱ — جمعہ ۱۵ جولائی ۱۹۹۴ء — شمارہ ۲۸

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اپنی عملی حالت کو ایسا درست رکھو کہ دشمن بھی تمہاری نیکی، خداترسی اور اتقاء کے قائل ہو جائیں

"حدیث میں آیا ہے کہ "التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَاذَنْبَ لَهٗ"۔ اب جو تم لوگوں نے بیعت کی تو اب خداتعالیٰ سے نیا حساب شروع ہوا ہے۔ پہلے گناہ صدق واخلاص کے ساتھ بیعت کرنے پر بخشے جاتے ہیں۔ اب ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے لئے بہشت بنالے یا جہنم۔

انسان پر دو قسم کے حقوق ہیں۔ ایک تو اللہ کے دوسرے عباد کے۔ پہلے میں تو اسی وقت نقصان ہوتا ہے۔ جب دیدہ دانستہ کسی امر اللہ کی مخالفت قولی یا عملی کی جائے مگر دوسرے حقوق کی نسبت بہت کچھ بچ بچ کے رہنے کا مقام ہے۔ کئی چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں جنہیں انسان بعض اوقات سمجھتا بھی نہیں۔ ہماری جماعت کو تو ایسا نمونہ دکھانا چاہئے کہ دشمن پکار اٹھیں کہ گو یہ ہمارے مخالف ہیں مگر ہیں ہم سے اچھے۔ اپنی عملی حالت کو ایسا درست رکھو کہ دشمن بھی تمہاری نیکی، خداترسی اور اتقاء کے قائل ہو جائیں۔

یہ بھی یاد رکھو کہ خداتعالیٰ کی نظر جذر قلب تک پہنچتی ہے۔ پس وہ زبانی باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ زبان سے کلمہ پڑھنا یا استغفار کرنا انسان کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے جب وہ دل وجان سے کلمہ یا استغفار نہ پڑھے۔ بعض لوگ زبان سے استغفراللہ کرتے جاتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ مطلب تو یہ ہے کہ پچھلے گناہوں کی معافی خلوص دل سے چاہی جائے اور آئندہ کے لئے گناہوں سے باز رہنے کا عہد باندھا جائے اور ساتھ ہی اس کے فضل وامداد کی درخواست کی جائے۔ اگر اس حقیقت کے ساتھ استغفار نہیں ہے تو وہ استغفار کسی کام کا نہیں۔ انسان کی خوبی اسی میں ہے کہ وہ عذاب آنے سے پہلے اس کے حضور میں جھک جائے اور اس کا امن مانگتا رہے۔ عذاب آنے پر گڑگڑانا اور وقتاً وقتاً پکارنا تو سب قوموں میں یکساں ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ خدا کا عذاب چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے ہو ایک عیسائی، ایک آریہ، ایک چوہڑا بھی اس وقت پکار اٹھتا ہے کہ الٰہی ہمیں بچائیو۔ اگر مومن بھی ایسا کرے تو پھر اس میں اور غیروں میں فرق کیا ہوا۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ عذاب آنے سے قبل خداتعالیٰ کے کلام پر ایمان لاکر خداتعالیٰ کے حضور گڑگڑائے۔

اس نکتہ کو خوب یاد رکھو کہ مومن وہی ہے جو عذاب آنے سے پہلے کلام الٰہی پر یقین کر کے عذاب کو وارد سمجھے اور اپنے بچاؤ کے لئے دعا کرے۔ دیکھو ایک آدمی جو توبہ کرتا ہے، دعا میں لگا رہتا ہے تو وہ صرف اپنے پر نہیں بلکہ اپنے بال بچوں پر، اپنے قریبیوں پر رحم کرتا ہے کہ وہ سب ایک کے لئے بچائے جاسکتے ہیں۔ ایسا ہی جو غفلت کرتا ہے تو نہ صرف اپنے لئے مبرا کرتا ہے بلکہ اپنے تمام کنبے کا بدخواہ ہے۔

یہ بڑا نازک وقت ہے۔ خداتعالیٰ کے غضب کی آگ مشتعل ہے۔ نہیں معلوم کہ آئندہ موسم طاعون میں کیا ہونے والا ہے۔ اس کا کلام مجھے اطلاع دیتا ہے کہ آگے سے بڑھ کر مری پڑے گی۔ پس مومنو۔ "قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم: ۷)" دعا میں لگے رہو کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے "قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان)"۔

ایک انسان جو دعا نہیں کرتا۔ اس میں اور چارپائے میں کچھ فرق نہیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت خداتعالیٰ فرماتا ہے "يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ" یعنی چارپایوں کی زندگی بسر کرتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔ پس تمہاری بیعت کا اقرار اگر زبان تک محدود رہا تو یہ بیعت کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی۔ چاہئے کہ تمہارے اعمال تمہارے احمدی ہونے پر گواہی دیں۔ میں ہرگز یہ بات نہیں مان سکتا کہ خداتعالیٰ کا عذاب اس شخص پر وارد ہو جس کا معاملہ خداتعالیٰ سے صاف ہو۔ خداتعالیٰ اسے ذلیل نہیں کرتا جو اس کی راہ میں ذلت اور عاجزی اختیار کرے۔ یہ سچی اور صحیح بات ہے۔ مرنا تو بےشک سب نے ہے مگر یہ موتیں جو آجکل ہو رہی ہیں یہ تو ذلت کی موتیں ہیں۔ خداتعالیٰ اس سے محفوظ رکھے کہ ایک ابھی دفن نہیں ہوا تھا کہ دوسرا جنازہ تیار ہے۔ پس راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو۔ کوٹھڑی کے دروازے بند کر کے تنہائی میں دعا کرو کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنا معاملہ صاف رکھو کہ خدا کا فضل تمہارے شامل حال ہو۔ جو کام کرو نفسانی غرض سے الگ ہو کر کرو تا خداتعالیٰ کے حضور اجر پاؤ۔

حضرت علیؓ کی نسبت روایت ہے کہ ایک کافر نے جس پر قابو پاچکے تھے ان کے منہ پر تھوکا تو آپ نے چھوڑ دیا۔ اس نے پوچھا یہ کیوں؟ تو فرمایا اب میرے نفس کی بات درمیان میں آگئی۔ اس نے جب دیکھا کہ یہ لوگ نفسانی کاموں سے اس قدر الگ ہیں تو مسلمان ہو گیا۔ ایسے ایسے عملی نمونوں سے وہ کام ہو سکتا ہے جو کئی تقریریں اور وعظ نہیں کرتے"۔

(ملفوظات جلد پنجم [طبع جدید] صـ ۲۷۱، ۲۷۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن الحکیم

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۷﴾

سنو سنو! جس نے بھی اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ محبت کرنے والا ہے۔

(آل عمران: ۷۷)

مختصرات

خلافت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے عالمگیر رشد وہدایت کا مؤثر ترین ذریعہ بنایا ہے اور ان دنوں مسلم ٹیلیویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" کو یہ امتیازی مقام حاصل ہے کہ ہر روز اکناف عالم میں بسنے والے لاکھوں احمدی اور غیر احمدی احباب حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات سے (جو اس پروگرام میں پیش کئے جاتے ہیں) استفادہ کرتے ہیں اور علمی وروحانی فوائد سے اپنی جھولیاں بھرتے ہیں۔ مختصرات کے زیر عنوان الفضل میں شائع ہونے والے اس مختصر اشاریہ کی مدد سے قارئین کو ان موضوعات کا علم ہو سکتا ہے جن پر حضور انور نے گزشتہ ایک ہفتہ کے دوران اظہار خیال فرمایا ہے۔ اس طرح وہ اپنی ضرورت کے امور کا انتخاب کر کے اصل پروگرام دیکھ کر بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۲، ۳ جولائی ۱۹۹۴ء. ۲ جولائی کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ سوال و جواب کے ایک تفصیلی پروگرام کی ریکارڈنگ کا پہلا حصہ پیش کیا گیا جس میں حضور انور نے روس اور قازقستان کے احباب سے ملاقات فرمائی اور ان کے ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی سوال کا جواب بہت تفصیل سے دیا۔ سوال یہ تھا کہ نسل انسانی کے لئے احمدیت کا سب سے اہم اور بنیادی پیغام کیا ہے؟ حضور انور نے اس سوال کا نہایت دلچسپ انداز میں جواب عطا فرمایا۔ ایک ڈرامائی انداز میں مختلف مذاہب میں خداتعالیٰ کے تصور کا تقابلی موازنہ پیش فرمایا اور ایک دلچسپ انداز میں یہ حقیقت اجاگر فرمائی کہ مذہب اسلام ہی ہر لحاظ سے کامل ومکمل اور قابل قبول مذہب ہے جس کی تعلیمات نسل انسانی کے لئے حقیقی امن وسلامتی کا پیغام رکھتی ہیں اور اسی اسلام کی سچی تصویر کا دوسرا نام احمدیت ہے۔

حضور انور نے انگریزی میں ارشادات بیان فرمائے جن کا ساتھ کے ساتھ روسی زبان میں رواں ترجمہ پیش کیا گیا۔ یہی سلسلہ ۳ جولائی کو بھی جاری رہا۔ پروگرام کا بقیہ حصہ ۹ اور ۱۰ جولائی کو دوسرے پروگرام میں پیش کیا گیا۔

۴، ۵ جولائی ۱۹۹۴ء. آج حسب معمول ہومیوپیتھی طریق علاج کے بارہ میں تعلیمی کلاس کا پروگرام پیش کیا گیا۔ یہ ایک سلسلہ وار پروگرام کی چوتھی اور پانچویں کڑی تھی۔

۶ جولائی ۱۹۹۴ء. حضور انور کے کینیڈا تشریف لے جانے کی وجہ سے آج کے پروگرام "ملاقات" میں ۲۱ اپریل ۱۹۹۴ء کو نشر ہونے والا پروگرام دوبارہ پیش کیا گیا۔ اس گفتگو میں حضور انور نے معاندین احمدیت کی طرف سے زندیقیت کے الزام کی پرزور تردید فرمائی ہے۔ حضور نے مسلمانوں کی حقیقی تعریف اور مسلمان فرقوں کے ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتووں کا ذکر کیا۔ حضور انور نے پرانے علماء دین کے حوالہ جات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ آج جس وجہ سے احمدیوں پر زندقہ کا اتہام لگایا جارہا ہے اس وجہ سے تو بےشمار علمائے اسلام پر زندیقیت کا فتویٰ عائد ہوتا ہے حالانکہ یہ ایسے مسلمہ بزرگان دین ہیں کہ ان کو زندیق کہنے اور لکھنے والے پر آسمان سے زندیقیت کی مار پڑے گی۔

صداقت احمدیت کا پرشوکت رنگ میں ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ احمدیت کی سچی آواز کو ساری دنیا میں پھیلنے سے اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ یہ پھیل رہی ہے اور پھیلتی چلی جائے گی۔

۷ جولائی ۱۹۹۴ء. آج بھی ایک سابقہ پروگرام دوبارہ نشر کیا گیا جس میں حضور انور نے مولوی یوسف لدھیانوی کے رسالہ "قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق" میں اٹھائے گئے مختلف اعتراضات کے جوابات دئے ہیں۔

۸ جولائی ۱۹۹۴ء. کینیڈا کے سفر سے حضور انور بخیروعافیت ۷ جولائی کو لندن واپس تشریف لے آئے اور آج کے پروگرام "ملاقات" میں حضور انور نے درج ذیل متفرق سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے۔

(۱) بچہ یا بچی کس عمر میں زندگی وقف کر سکتے ہیں؟

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

ایک خبر

آج ہم اپنے قارئین کی خدمت میں روزنامہ جنگ لندن، ۱۲ جولائی ۱۹۹۴ء میں شائع ہونے والی ایک خبر پیش کرتے ہیں:-

"اسلام آباد۔ (نمائندہ جنگ) ملک بھر کے علماء کرام نے وفاقی وزیر داخلہ جنرل ریٹائرڈ نصیر اللہ بابر کی اس یقین دہانی پر کہ سپریم کورٹ کے ۱۹۹۳ء کے فیصلے کے خلاف قادیانیوں کی نظر ثانی کی اپیل کی جلد سماعت ہوگی، اپنا احتجاج ختم کر دیا۔ علماء کرام کی بڑی تعداد پیر کو سپریم کورٹ کے سامنے دھرنا مار کر بیٹھ گئی۔ ان کا موقف تھا کہ اگرچہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف قادیانیوں کی اپیلیں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ نے مسترد کر دی ہیں مگر قادیانیوں کی طرف سے سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل کی سماعت میں تاخیر ہو رہی ہے۔ حکومت آرڈیننس کے دفاع کے لئے مؤثر اقدامات نہیں کر رہی۔ علماء کرام نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ حکومت کسی بین الاقوامی دباؤ کے تحت نظر ثانی کی اپیل میں دلچسپی نہیں لے رہی جس سے ختم نبوت کی طویل جدوجہد کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ شاہراہ دستور پر سپریم کورٹ کے سامنے علماء کرام دھرنا مار کر بیٹھے تھے اور ابھی دو تین مقررین نے ہی اپنے غم و غصے کا اظہار کیا تھا کہ وفاقی وزیر داخلہ جنرل ریٹائرڈ نصیر اللہ بابر موقع پر پہنچ گئے۔ انہوں نے علماء کرام کو دعوت دی کہ ایک وفد کی شکل میں آئیں میں بات چیت کے لئے تیار ہوں۔ علماء کرام کے وفد نے پارلیمنٹ ہاؤس کے کمیٹی روم میں وزیر داخلہ سے تفصیلی بات چیت کی۔ انہوں نے اپنے اس خدشے کا اظہار کیا کہ حکومت کی عدم دلچسپی اور نظر ثانی کی اپیل کی سماعت میں تاخیر کی وجہ سے ختم نبوت کی جدوجہد کو خطرہ لاحق ہے۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ مسٹر جسٹس عبدالقدیر چوہدری نے اس تاریخی فیصلے کو لکھا ہے لہٰذا انہیں توسیع دی جائے تاکہ نظر ثانی کی اپیل کی بھی وہی سماعت کر سکیں۔ وفاقی وزیر داخلہ جنرل ریٹائرڈ نصیر اللہ بابر نے کہا کہ ارکان اسمبلی نے جو حلف اٹھایا ہے اس میں ختم نبوت پر یقین کا اظہار کیا ہے، یہی حلف جج بھی اٹھاتے ہیں، جج ریٹائر ہوتے ہیں اور نئے آتے رہتے ہیں۔ عدلیہ کا نظام ملک میں موجود ہے۔ حکومت کوئی ایسی روایت قائم نہیں کرنا چاہتی کہ جو جج فیصلہ تحریر کرے وہی جج نظر ثانی کی اپیل کی سماعت کرے۔ انہوں نے وفد کو یقین دلایا کہ نظر ثانی کی اپیل کی جلد سماعت کے لئے تاریخ مقرر کر دی جائے گی۔ اب جبکہ مسٹر جسٹس عبدالقدیر منگل کو ریٹائر ہو رہے ہیں فوری طور پر ان کی سربراہی میں بینچ تشکیل دینا ممکن نہیں۔ وفاقی وزیر داخلہ نے اپیل کی کہ علماء کرام امن و امان کا مسئلہ پیدا نہ کریں۔ حکومت علماء کے موقف کی مکمل تائید کرتی ہے۔ اس وقت مسئلہ کشمیر کے حوالے سے دشمن صفوں میں گھس کر نقصان پہنچا سکتا ہے۔ علماء کرام نے اس موقع پر مطالبہ کیا کہ وزیر داخلہ تحریری یقین دہانی کرائیں۔ جس پر وزیر داخلہ نے کہا کہ علماء کرام کی کسی بھی تحریر پر دستخط کے لئے تیار ہوں۔ علماء کرام کی طرف سے معاہدہ تحریر کیا گیا........ "میں بطور وزیر داخلہ علماء کرام کے اس وفد کو یقین دلاتا ہوں کہ سپریم کورٹ ۱۹۹۳ء کے فیصلہ کے خلاف قادیانیوں کی نظر ثانی کی درخواست کی جلد سماعت ہوگی۔ حکومت پاکستان امتناع قادیانیت آرڈیننس کے متعلق سپریم کورٹ کے مذکورہ فیصلے کی مکمل پشت پناہی کرے گی اور سپریم کورٹ کے اس فیصلہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی کیونکہ یہ پاکستان کا حساس مسئلہ ہے جس میں تبدیلی کا کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا"۔ وزیر داخلہ کی طرف سے اس تحریری یقین دہانی کے بعد علماء کرام نے اپنا احتجاج ختم کر دیا۔ جب علماء کرام نے سوال کیا کہ اگر حکومت نے اس معاہدے کی پابندی نہ کی تو پھر کیا ہوگا تو وزیر داخلہ نے جواب دیا کہ میں مستعفی ہو جاؤں گا۔ بعد ازاں علماء کرام نے کہا کہ ۱۰ اگست تک معاہدہ پر عمل در آمد کا انتظار کریں گے اور عمل در آمد نہ ہونے پر آئندہ کا لائحہ عمل تیار کریں گے"۔

یہ خبر اپنے اندر بہت سے پیغامات رکھتی ہے۔ کئی پہلوؤں سے یہ خبر دلچسپ بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ یہ خبر پاکستان کے سیاستدانوں کی حالت زار سے بھی پردہ اٹھاتی ہے کہ کس طرح وہ ملّاں کے شکنجہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اگرچہ جناب نصیر اللہ بابر ایک ریٹائرڈ فوجی اور ملک کے وزیر داخلہ ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اس ملّاں سے جسے عوام نے ملکی انتخاب کے موقعہ پر سختی سے رد کر دیا تھا بہت خوفزدہ دکھائی دیتے ہیں۔ حکمران پارٹی کے صاحب اختیار وزیر کی بے بسی اس خبر سے بہت نمایاں ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے چند "علماء" وزیر داخلہ کو اغواء کر کے بلیک میل کر رہے ہوں۔ اور وزیر داخلہ ہیں کہ ان کی "کسی بھی تحریر پر دستخط" کے لئے تیار اور آمادہ ہیں اور ایک معین مدت تک معاہدہ پر عمل در آمد نہ ہونے کی صورت میں حکومت سے مستعفی ہونے کا بھی وعدہ کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے خلاف جو ظالمانہ کاروائیاں ملک میں ہو رہی ہیں اس کے متعلق عام طور پر حکومت کی طرف سے یہ موقف لیا جاتا ہے کہ اس میں حکومت ملوث نہیں بلکہ یہ عوام کا طبعی رد عمل ہے اور جہاں تک مختلف عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات وغیرہ کا تعلق ہے تو عدلیہ اپنے فیصلوں میں مکمل طور پر آزاد ہے۔

جناب وزیر داخلہ کا یہ تحریری بیان اس حکومتی موقف کو بھی جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ اور اس حقیقت کو خوب منکشف کرتا ہے کہ معصوم احمدیوں کے خلاف ظلم و ستم میں حکومت پوری طرح ملوث ہے اور ایسی سب ظالمانہ کاروائیاں علماء کرام اور حکومت کی ملی بھگت سے ہو رہی ہیں۔ یہ تو وہ بیان ہے جو اخباروں میں شائع ہو گیا۔ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَر۔

جہاں تک "امتناع قادیانیت" کے سلسلہ میں حکومت پاکستان کی "مکمل پشت پناہی" کا تعلق ہے ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احمدیت خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہر ملک میں، ہر لحہ و ہر آن بڑھ رہی ہے، پھیل رہی ہے اور مستحکم تر ہوتی چلی جا رہی ہے اور یہی اس کا مقدر ہے۔ اس سے پہلے بھی بہتوں نے احمدیت کی ترقی کو روکنا چاہا لیکن وہ اپنے مقاصد میں نامراد رہے۔ کیونکہ اس کے سر پر خدا کے فضل کا سایہ ہے اور وہی اس کا حامی و پشت پناہ ہے۔ پس ہماری عاجزانہ نصیحت یہی ہے کہ تاریخ سے سبق سیکھئے۔ چند روزہ اقتدار کی خاطر اپنے مولا کو ناراض مت کیجئے۔ یاد رکھئے خدا کے غضب کی چکی دھیما تو چلتی ہے لیکن مہین پیستی ہے۔

احادیث النبی ﷺ

وَعَنْ اَبِی اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی كَسَانِی مَا اُوَارِی بِهٖ عَوْرَتِی وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی حَيَاتِی ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی كَسَانِی مَا اُوَارِی بِهٖ عَوْرَتِي وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِي حَيَاتِی ثُمَّ عَمَدَ اِلَى الثَّوْبِ الَّذِی اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ كَانَ فِي كَنَفِ اللّٰهِ وَفِي حِفْظِ اللّٰهِ وَفِي سِتْرِ اللّٰهِ حَيًّا وَّمَيِّتًا.
(رَوَاهُ أَحمد وَالتِّرمذی وابنُ ماجَةَ)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہا عمرؓ بن خطاب نے نیا کپڑا پہنا فرمایا سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو پہنایا۔ جس سے میں اپنا ستر ڈھانکتا ہوں اور اپنی زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔ پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپؐ فرماتے تھے جو شخص نیا کپڑا پہنے اور کہے سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے پہنایا کہ میں اپنا ستر چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔ پھر پرانے کپڑے کا قصد کرے اور اس کو صدقہ میں دے دے، وہ اللہ کی پناہ اور اس کی حفاظت اور پردے میں ہو جاتا ہے۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔

وہ خوش ہیں خدمت اسلام کی ہے
مسلماں کو بنا کر نا مسلماں!
ہمیں بخشی گئی ہے یہ سعادت
کہ پھیلائیں جہاں میں نورِ قرآں
ہمیں سے ظلمت شب دور ہوگی
تبسم ریز ہوگی صبح فرقاں
ہمیں سے غلبۂ اسلام ہوگا
ہمیں سے اُمّتیں ہونگی مسلماں
ہمیں ہیں وہ غُلامان محمدؐ
کہ ناموس محمدؐ پر ہیں قرباں
یہی اک چیز ہے مقصودِ ہستی
یہی اک چیز ہے بے تابئ جاں
محمدؐ کا جلال پادشاہی
زمانے کی جبیں پر ہو نمایاں

(سعید احمد اعجاز)

(چوتھی قسط)

قرآن مجید پر معاند اسلام پادری وہیری کے اعتراضات اور ان کے جوابات

(سید میر محمود احمد ناصر)

کیا نیا عہد نامہ شروع زمانہ سے معین اور مسلمہ طور پر مقدس صحیفہ سمجھا گیا ہے؟

یہ بات نئے عہد نامہ کے الہامی مقام اور مستند کلام ہونے کو سخت صدمہ پہنچاتی ہے کہ مسیحیت کے ابتدائی دور میں جو حواریوں کے حضرت مسیحؑ کے رسول ہونے کی وجہ سے رسولی دور کہلاتا ہے پرانے عہد نامہ کے بعد کسی نئی کتاب یا نئی کتب کے مجموعہ کے مقدس صحیفہ (یعنی Canon) ہونے کا کوئی تصور ہی موجود نہ تھا۔ حضرت مسیحؑ نے کوئی تحریر نہیں چھوڑی، نہ ہی اغلباً اولین حواریوں نے کوئی تحریرات لکھیں۔ اس ابتدائی دور میں پولوس نے کچھ خطوط لکھے مگر نہ پولوس انہیں اس خیال سے لکھ رہا تھا کہ وہ کوئی کتاب مقدس کوئی Canon تصنیف کر رہا ہے۔ یہ خطوط تو وقتی ضروریات کے ماتحت لکھے گئے تھے اور ان میں سے بعض محفوظ بھی نہیں رہے۔ بے شک حضرت مسیحؑ کے اقوال کو اس دور کے مسیحی واجب العمل سمجھتے تھے اور ان اقوال کے مجموعے جو شروع زمانہ میں مرتب ہوئے ان کو پڑھتے اور ان پر عمل کرتے تھے مگر ان مجموعوں نے بھی کوئی کینن کی حیثیت اختیار نہیں کی بلکہ بعد میں ان اناجیل میں مدغم ہوگئے جو حضرت مسیحؑ کی سوانح عمری کے طرز پر لکھی گئی تھیں۔

اس دور کے مسیحیوں نے کسی کتاب مقدس کی ضرورت کیوں نہیں محسوس کی؟ اس کی وجہ سمجھنا بھی مشکل نہیں۔ اول تو اس زمانہ کے مسیحی اپنے پاس ایک کتاب مقدس رکھتے تھے جس کو بعد میں "پرانا عہد نامہ" کا لقب دے دیا گیا ورنہ خود حضرت مسیحؑ اس کو کتاب مقدس کے نام سے ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔ اس دور کے مسیحی اسی کتاب کو پڑھتے، اس پر عمل کرتے اور اسی سے حضرت مسیحؑ کی صداقت کے دلائل مستنبط کرتے تھے۔

ایک اور وجہ اس بات کی کہ ابتدائی مسیحیوں نے کسی نئے کینن کی ضرورت محسوس نہیں کی، یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان مسیحیوں میں یہ تصور بھی موجود تھا کہ حضرت مسیحؑ ان کی زندگیوں میں ہی دوبارہ واپس آ جائیں گے اور وہ اپنے ایام کو آخر الایام سمجھتے تھے۔ یہ تصور بڑی وضاحت سے اتھسلنیکیوں میں ملتا ہے۔

پولوس لکھتا ہے:

"چنانچہ ہم تم سے خداوند کے کلام کے مطابق کہتے ہیں کہ ہم جو زندہ ہیں اور خداوند کے آنے تک باقی رہیں گے سوئے ہوؤں سے ہرگز آگے نہ بڑھیں گے کیونکہ خداوند خود آسمان سے لکھار اور مقرب فرشتہ کی آواز اور خدا کے نرسنگے کے ساتھ اتر آئیگا اور پہلے تو وہ جو مسیح میں موئے جی اٹھیں گے پھر ہم جو زندہ باقی ہونگے ان کے ساتھ بادلوں پر اٹھائے جائیں گے تاکہ ہوا میں اپنے خداوند کا استقبال کریں اور اس طرح ہمیشہ خداوند کے ساتھ رہیں گے۔ پس تم ان باتوں سے ایک دوسرے کو تسلی دیا کرو"۔

(اتھسلنیکیوں ۴ : ۱۴ تا ۱۸)

اس حوالہ میں پولوس نے دعویٰ کیا ہے کہ مسیح ہماری زندگیوں میں ہی دوبارہ واپس آ جائے گا اور یہ دعویٰ اس نے اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ حضرت مسیحؑ کی بشارت پر اس کی بنیاد رکھی ہے اور اسی کی طرف حضرت مسیحؑ کے ان الفاظ میں یہ اشارہ ہے کہ اس نسل کے ختم ہونے سے پہلے ان کی آمد کی پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں:۔

"اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی سب قوتیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس کنارہ سے اس کنارہ تک جمع کریں گے۔

اب انجیر کے درخت سے ایک تمثیل سیکھو جونہی اس کی ڈال نرم ہوتی اور پتے نکلتے ہیں تم جان لیتے ہو کہ گرمی نزدیک ہے۔ اسی طرح تم ان سب باتوں کو دیکھو تو جان لو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازہ پر ہے۔ میں تم کو سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی"۔

(متی ۲۴ : ۲۹ تا ۳۶)

متی کے باب ۱۶ میں لکھا ہے:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک ابن آدم کو اس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے"۔

(متی ۱۶ : ۲۷، ۲۸)

مرقس میں لکھا ہے:۔

"جو کوئی اس زناکار اور خطاکار قوم میں مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائے گا ابن آدم بھی جب اپنے باپ کے جلال میں فرشتوں کے ساتھ آئے گا تو اس سے شرمائے گا اور اس نے ان سے کہا کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آیا ہوا نہ دیکھ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے"۔

(مرقس ۸ : ۳۷، ۳۸)

بہر حال پولوس نے واضح طور پر کہا ہے کہ حضرت مسیحؑ ہماری زندگیوں میں ہی واپس آ جائے گا اور پھر ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گا۔ اس لئے اگر ابتدائی عیسائیوں نے پرانے عہد نامہ کے علاوہ کسی نئے کینن کی ضرورت کو محسوس نہ کیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

اس ابتدائی دور میں کسی نئے Canon کی ضرورت نہ محسوس کرنے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس دور کے مسیحیوں میں حضرت مسیحؑ کی بشارت کے مطابق یہ تصور موجود تھا کہ روح القدس ان کو سکھانے اور مخالفین کے مقابلہ کے وقت بولنے میں ان کی مدد دینے کے لئے موجود ہے کیونکہ حضرت مسیحؑ نے فرمایا:۔

"So when you are arrested and taken away, do not worry before hand about what you will say, but when the time comes say whatever is given you to say, for it will not be you that speak, but the Holy Spirit." 13:11

(مرقس ۱۳ : ۱۱)

مگر جب حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی توقع کے مطابق نہ ہوئی اور بہت سے نئے مسائل اٹھنے شروع ہوئے تو مسیحیوں میں ایک نئے کینن کا تصور ابھرنے لگا۔ اس ابتدائی دور میں ضرور کچھ سچی تحریرات لکھی گئیں۔ پولوس اور بعض جگہ دیگر لوگوں نے کچھ خطوط لکھے، کچھ مکاشفات اور پیش گوئیوں پر مشتمل تحریرات بھی زیر تصنیف آئیں اور کلیسیا نے بھی کچھ ہدایت نامے جاری کئے مگر کسی طرح بھی کسی نئے Canon کا کوئی خیال ان لوگوں میں نہیں تھا جو اس دور سے تعلق رکھتے تھے۔

آہستہ آہستہ یہ خطوط مجموعہ کی شکل اختیار کرنے لگے اور حضرت مسیحؑ کی زندگی اور تعلیمات پر مشتمل بہت سی اناجیل تصنیف ہونے لگیں جن میں سے چار بعد میں Canon تسلیم کی گئیں۔ یہ اناجیل بھی غالباً دوسری صدی کے نصف سے پہلے مجموعہ کی شکل اختیار کر گئیں اور شاید اس وجہ سے کہ یہ چار روم اور انطاکیہ وغیرہ مشہور مسیحی کلیساؤں اور جماعتوں کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے دیگر اناجیل سے زیادہ شہرت پا گئیں۔

ان کتب اور خطوط کو مقدس صحیفہ اور Canon قرار دئے جانے کے لئے جو محرکات اور اسباب پیدا ہوئے ان میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اجتماعی عبادات کے موقع پر جب لوگ اکٹھے ہوتے تھے پرانے عہد نامہ کی تلاوت یہودی دستور تھا اور ابتدائی مسیحی نسلاً و مذہباً یہودی ہی تھے۔ وہ جب اجتماعی عبادات کے لئے ہفتہ کے روز اکٹھے ہوتے تو حسب دستور پرانے عہد نامہ کا کچھ حصہ انہیں پڑھ کر سنایا جاتا۔ ساتھ ہی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے بزرگوں کی طرف سے آئے ہوئے خطوط اور ہدایات بھی پڑھ کر سنائی جاتیں جس سے آہستہ آہستہ ان تحریرات و خطوط کے مقدس ہونے اور پھر مقدس صحیفہ ہونے کا تصور راسخ ہونے لگا اور یہ سمجھا جانے لگا کہ مسیحیوں کے لئے پرانے عہد نامہ کے علاوہ بھی کچھ مقدس صحائف ہیں۔

نئے عہد نامہ کے کینن یعنی کتاب مقدس قرار دئے جانے کے ضمن میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں بعض تحریکات جن کو چرچ ملحد قرار دیتا تھا، کے رد عمل سے بھی نئے عہد نامہ کو Canon قرار دینے کے تصور کو تقویت ملی۔ حقیقتاً نئے عہد نامہ کو کینن قرار دینا دراصل ایک ایسے شخص کی اختراع ہے جو چرچ کے نزدیک بے دین تھا۔ Macran (زمانہ لگ بھگ ۱۴۰ عیسوی) جو چرچ کے نزدیک ملحد تھا پرانے عہد نامہ کے اسناد کا انکار کر دیا۔ اور یہ تصور پیش کیا کہ پرانے عہد نامہ کی جلالی تعلیم اور حضرت مسیح کی جمالی تعلیم کا منبع ایک نہیں ہو سکتا۔ اس نے لوقا کی انجیل میں کچھ کانٹ چھانٹ کر کے اس کو پولوس کے ۱۰ خطوط کے ساتھ بطور کینن کے پیش کیا۔ چرچ اگرچہ پرانے عہد نامہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر یہ بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ یہ سمجھا جائے کہ ایک ملحد اس سے بڑھ کر حضرت مسیحؑ کے بارہ میں تحریرات کا احترام کرتا ہے۔ اس رد عمل نے بھی نئے عہد نامہ کے کینن ہونے کے تصور کو تقویت دی۔ بہر حال دوسری صدی کے اختتام پر رسولی دور کی تحریرات کا ایک مجموعہ قابل اسناد حیثیت رکھتا ہوا نظر آتا ہے اس سلسلہ میں اس دور کی سب سے اہم دستاویزات وہ تحریر ہے جو Maratorian Fragment کے نام سے معروف ہے کیونکہ اٹلی کے ایک شخص Maratori نے یہ تحریر ۱۷۴۰ء میں شائع کی تھی۔ یہ لاطینی زبان میں ہے اور روم کے کلیسیا کی طرف سے جاری شدہ ہے۔ اس تحریر کا لکھنے والا ایک مجموعہ کا ذکر کرتا ہے جو چار اناجیل اعمال، پولوس کے ۱۳ خطوط، یوحنا کے دو خطوط، یہوداہ کا خط اور پطرس کے مکاشفہ پر مشتمل ہے۔ آخری کتاب کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ بعض اس کو رد کرتے ہیں۔

تیسری صدی کے شروع میں چار اناجیل اعمال، اور پولوس کے ۱۳ خطوط کو مقدس صحیفہ ماننے کے بارہ میں بالعموم اتفاق ہے اور یہوداہ کا خط، یوحنا کا پہلا خط اور پطرس کا پہلا خط کے بارہ میں بھی خاصی وسیع تصدیق ملتی ہے۔ اس زمانہ میں یوحنا کا مکاشفہ مغرب میں تو بالعموم رسولی تحریر سمجھا جاتا تھا مگر مشرق میں نہیں۔ اور عبرانیوں کے نام خط اور یعقوب کا خط مشرق میں رسولی تصنیف اور کینن کا حصہ سمجھے جاتے تھے مگر مغرب میں نہیں۔ اسکندریہ چرچ کچھ مزید صحائف کو بھی تسلیم کرتا تھا۔

نئے عہد نامہ کے Canon کی آخری شکل چوتھی صدی کے آخر میں قرار پائی اس صدی کے شروع میں بھی قطعی فیصلہ نہ تھا چنانچہ عیسائی مؤرخ یوسیبس Eusebius اس کیفیت کو بیان کرتا ہے اور کتابوں کو تین حصوں میں بانٹتا ہے۔

(۱) وہ جو بالعموم تسلیم کی جاتی ہیں۔

(۲) وہ جن کے متعلق اختلاف ہے مگر اکثر تسلیم کی جاتی ہیں۔

(۳) وہ جنہیں رد کیا جاتا ہے۔

پہلے حصہ میں چار اناجیل، اعمال، پولوس کے خطوط، پطرس کا پہلا خط، یوحنا کا مکاشفہ شامل ہیں۔

دوسرے میں یعقوب کا خط، یہوداہ کا خط، پطرس کا دوسرا خط اور یوحنا کا دوسرا خط شامل ہیں۔ تیسرے میں پولوس کے اعمال، پطرس کا مکاشفہ۔ برنباس کا خط ڈیڈاکی وغیرہ شامل ہیں اور بعض کے نزدیک یوحنا عارف کا مکاشفہ بھی اس میں شامل ہے۔

نئے عہد نامہ کے کینن میں کون سی کتب شامل ہیں اس کا آخری فیصلہ چوتھی صدی کے آخر میں ہوا اور اس میں کلیدی کردار اسکندریہ کے آرچ بشپ اتھناسیاس نے ادا کیا۔ نیا عہد نامہ کیا ہے؟ اس بارہ میں مصر میں کوئی تیقن نہ تھا۔ Athnasias نے اس کیفیت کو دور کرنے کا بیڑا اٹھایا اور مشرق و مغرب دونوں میں اس کے وسیع اور گہرے اثر نے موجودہ کینن جس کا وہ حامی تھا کے منوانے میں کامیابی حاصل کر لی۔

نئے عہد نامہ کی کیننائزیشن کا جو خاکہ اوپر پیش کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ نیا عہد نامہ لکھنے والوں نے اپنی تحریرات کو کتاب مقدس اور کینن نہیں سمجھا، نہ ہی یہ کتب اس مقصد سے لکھی گئیں۔ آہستہ آہستہ بڑی بحث و تمحیص کے بعد چار صدیوں میں جا کر یہ تحریرات کتاب مقدس قرار پائیں۔ چنانچہ بلیکس بائیبل ڈکشنری کہتی ہے:۔

The N.T., represents a larger body of Christian literature written before the 4th Century when after a long controversy present canon was adopted. (Black's Bible Dictionary Pg. 439)

حضرت کاسر صلیب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"جن کتابوں کا نام عیسائی لوگ تاریخی کتابیں رکھتے ہیں یا آسمانی وحی کہتے ہیں یہ تمام بے بنیاد باتیں ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں اور کوئی کتاب ان کی شکوک و شبہات سے گند سے خالی نہیں اور جن کتابوں کو وہ جعلی اور فرضی کہتے ہیں ممکن ہے کہ وہ جعلی نہ ہوں اور جن کتابوں کو وہ صحیح مانتے ہیں ممکن ہے کہ وہ جعلی ہوں"۔ (چشمہ مسیحی)

(باقی اگلے شمارہ میں)

اعتذار و تصحیح

الفضل انٹرنیشنل کے ۸ جولائی کے شمارہ میں صفحہ ۱۵ کالم ۲ کے دوسرے پیراگراف میں ایک سن کا غلط اندراج ہو گیا ہے۔ اصل فقرہ یوں ہے:

"مہاراجہ پرتاپ سنگھ ۱۸۸۵ء تا ۱۹۲۵ء حاکم رہا"

اسی طرح الفضل انٹرنیشنل کے ۱۷ جون کے شمارے میں جو مضمون "تاثرات" شائع ہوا ہے اس پر مضمون نگار کا نام "میاں عبدالحمید" شائع ہو گیا ہے۔ اصل نام "میاں عبدالمجید" ہے۔ ادارہ اس فروگذاشت پر معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)

اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

(مبشر احمد محمود)

پاکستان ٹیلی ویژن سے ہر اتوار کی شام "گیسٹ آور" کے عنوان سے ایک پروگرام ٹیلی کاسٹ کیا جاتا ہے۔ ملک کی (کسی نہ کسی حوالہ سے) مشہور اور نمایاں شخصیات سے مکالمہ پر مبنی اس پروگرام میں گزشتہ ہفتہ کمپیئر اور مزاح نگار انور مقصود کے ساتھ گفتگو پیش کی گئی۔ ایک سوال کے ضمن میں جب ان چند نمایاں ترین شخصیات کا ذکر ہوا جو بین الاقوامی طور پر پاکستان کی پہچان اور وجہ افتخار ہیں۔ تو انور مقصود نے ڈاکٹر عبدالسلام، فیض، علامہ اقبال، عمران خان، جاوید میانداد، جہانگیر خان، نور جہاں اور مولانا مودودی کے نام لئے۔ کسی بھی دوسرے ملک میں جب اس گفتگو کی رپورٹ اخبارات میں چھپتی تو یقینی طور پر ان تمام ناموں میں سرفہرست اور نمایاں ترین نام فزکس میں نوبل انعام یافتہ عظیم سائنس دان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا ہوتا۔

لیکن جس قدر چاہے حیران ہوں اور جس قدر چاہے دکھ کا اظہار کریں امر واقعہ یہ ہے کہ اگلے دن کے بعض اہم ترین اخبارات میں اس خبر کی سرخی کے طور پر دوسرے تمام نام موجود تھے مگر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا کہیں کوئی ذکر نہیں تھا۔

بظاہر یہ بات معمولی ہے اخباری خبر ہے اور اخباری خبر میں ایک بہت بڑی سہولت یہ ہوتی ہے کہ آج کچھ کہو، اس کی شہ سرخی لگواؤ اور اگلے دن بڑے آرام سے اس کی تردید کر دو۔ تردید کی زحمت بھی گوارا نہ ہو تو "سہو کتابت"، "پروف ریڈر کی غفلت" یا "کسی رپورٹر کی لاپرواہی" جیسے بے شمار عذر لنگ موجود ہوتے ہیں۔ جو تعصب، دشمنی یا انتہاء درجہ کی کوتاہ اندیشی پر مبنی خبروں کو بھی واپس نگلنے کے لئے استعمال کر لئے جاتے ہیں۔ یہ بھی اندرونی صفحات پر چھپنے والی ایک معمولی سی خبر ہے مگر اس کی تصحیح یا ترمیم تو دور کی بات، شاید اس کا نوٹس لینا بھی غیر ضروری سمجھا جائے گا۔ غیر اہم ناقابل توجہ جس میں کسی طرح کی کوئی "خبریت" نہیں ہے اور جو اخبار کی طے شدہ پالیسی کے عین مطابق شائع کی گئی یا کروائی گئی ہے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ایک بہت بڑی خبر ہے کیونکہ اس میں کسی بڑی خبر کے تمام لوازمات موجود ہیں۔

(۱) اس میں کسی شہ سرخی سے زیادہ معلومات اور انکشافات موجود ہیں اور وہ اعترافات بھی ہیں جو ہم شعوری طور پر کرنے کا تصور بھی نہیں کرتے۔

(۲) اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس لحاظ سے بہت وقیع بھی ہے کہ اس کا اثر براہ راست اور سب سے زیادہ ان ذہنوں پر ہوگا جو اس ملک کا سب سے زیادہ تعلیم یافتہ حساس صائب الرائے اور باضمیر طبقہ ہے۔

(۳) یہ ہماری اقدار، ہماری فکری شکست و ریخت پر غیر ارادی طور پر سرزد ہو جانے والا مگر انتہائی مؤثر اور جامع تبصرہ ہے۔

(۴) سائنس اور ٹیکنالوجی کی اساس پر زندہ رہنے والے اس عہد میں ہمارے سفر کی سمت کیا ہے اور ہماری قوم کن لوگوں کو ہیرو بنا کر پیش کرنے اور بہ حیثیت قوم زندہ رہنے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ ان معلومات کا ابلاغ بھی اس معمولی سی خبر سے ہو جاتا ہے۔

(۵) مذہبی تعصب اور تنگ نظری کن حدود کو چھو رہی ہے؟ اور کسی بھی قوم کو قعر مذلت میں گرا دینے والی مذہبی انتہا پسندی کا خوف اعصاب پر کس طرح سوار ہے؟ ان سوالوں کا جواب بھی یہ خبر مہیا کر رہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان باتوں پر غور کیجئے اور ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھئے کہ ہمارا یہ ناروا رویہ اس بطل جلیل کے ساتھ ہے جو آج دنیا کے عظیم ترین سائنس دانوں میں شمار ہوتا ہے۔ جو اس ملک بلکہ اس خطہ کا سائنس میں واحد نوبل انعام یافتہ ہے۔ جو اس ملک پر دل و جان سے فدا اور اس کا مخلص ترین خادم ہے۔ جو ترقی یافتہ دنیا کی ہر آسائش اور ہر قدر دانی کو چھوڑ کر اپنے وطن کی خدمت کے لئے ہر در پر جانے کے لئے تیار ہے۔ جو تیسری دنیا کی بہبود کے تصورات میں زندہ رہتا ہے۔ جو عالم اسلام کی ترقی اور سربلندی کے خوابوں میں بستا ہے۔ جس کا سب سے بڑا فخر پاکستانی ہونا ہے۔ جو مغرب کے دل میں رہتے ہوئے بھی پاکستانی لباس پہنتا اور پاکستانی زبان میں خواب دیکھتا ہے۔

ان باتوں پر غور کیجئے بہت سے بڑے بڑے سوالوں کے جواب آپ کو اس چھوٹی سی خبر میں مل جائیں گے۔

وجہ بے رنگئی گلزار کہوں یا نہ کہوں
کون ہے کتنا گنہگار کہوں یا نہ کہوں؟؟

[بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۰ اپریل ۱۹۹۴ء صہ ۴]

نماز جنازہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الاسلام ٹورنٹو کینیڈا میں، ۲۴ جون ۱۹۹۴ء کو بعد نماز جمعہ، جن مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ دعا کی غرض سے ان کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(۱) مکرم حضرت مولوی محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ صحابی (سبز پگڑی والے) ۔ ربوہ۔

(۲) مکرم سید غلام ابراہیم صاحب ۔ سونگھڑہ (اڑیسہ) بھارت

(۳) مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب باجوہ، چک ۳۷ جنوبی سرگودھا

(۴) سید ظہیر الدین محمود احمد صاحب، بریلی، انڈیا

(۵) مکرمہ شریفہ حمید صاحبہ اہلیہ مکرم حمید احمد صاحب (ہمشیرہ مکرم عبدالباقی ارشد صاحب)، لاہور

(۶) مکرمہ سکینہ بی بی صاحبہ زوجہ مکرم غلام محمد صاحب، خانپور پاکستان

(۷) مکرمہ سکینہ بی بی صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر رانا عبدالرحیم صاحب مرحوم نوشہرہ

(۸) مکرم چوہدری محمد علی صاحب باجوہ ولد چوہدری حسین بخش صاحب مرحوم، چک ۳۷ جنوبی، سرگودھا۔

(۹) مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب گجراتی (والد چوہدری محمد اسلم صاحب شاد)، لاہور۔

(۱۰) مکرم چوہدری ظفر احمد صاحب، ہالینڈ۔

والدین اور سیکرٹریان وقف نو توجہ فرمائیں!

۱۹۸۷ء میں پیدا ہونے والے واقفین نو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی تاریخ پیدائش کے لحاظ سے سات سال کے ہو رہے ہیں۔ اب انہیں حدیث نبوی ﷺ کے مطابق نماز کی ادائیگی کی طرف پیار سے توجہ دلانا شروع کر دیں۔ (جزاکم اللہ)

(از وکالت وقف نو)

Muslim Television dedicated to the spread of the Unity of God throughout the world.

Satellite transmission for 12 hours daily to the Middle East [Eastern], Asia and Far East - Monday to Sunday 7 am [7.00 hours] to 7 pm [19.00 hours] GMT as well as live transmission to the above areas and also Europe, North Africa and the Middle East - Monday to Thursday 1.15 pm [13.15 hours] to 3.55 pm [15.55 hours] GMT and Friday to Sunday, 12.45 pm [0.45 hours] to 3.55 pm [15.55 hours] GMT

Friday Sermon by Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV - Fridays between 1.15 pm [13.15 hours] to 2.40 pm [14.30 hours] GMT

For further information contact:
The Manager, MTA
Muslim Television Ahmadiyya,
16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Telephone: + 44 - 81 - 870 - 0922
Fax: + 44 - 81 - 870 - 0684

For advertising information, please contact:
Naeem Osman Memon,
MTA - Muslim Television Ahmadiyya,
16 Gressenhall Road, London SW18 5QL

Telephone London
081 874 8902 / 081 875 1285
Fax: London 081 875 0249

Kenssy

Fried Chicken

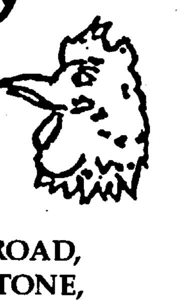

589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

خطبہ جمعہ

جاہل ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ نبوت کی برکتیں نبی کی زندگی تک محدود ہو جاتی ہیں۔ خلافت کے ذریعہ وہ برکتیں آگے بڑھائی جاتی ہیں۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۰ جون ۱۹۹۴ء مطابق ۱۰ احسان ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

(آل عمران : ۱۰۴)

یہ آیت کریمہ جس کی پچھلے دو خطبات میں بھی تلاوت کر چکا ہوں اسی کا مضمون جاری ہے لیکن اس سے پہلے میں چند اعلانات کرنا چاہتا ہوں۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا کی طرف سے درخواست آئی ہے کہ آج سے ان کے اجتماعات شروع ہو رہے ہیں اس لئے ان کو بھی خصوصی دعاؤں میں شامل کیا جائے۔ جماعت احمدیہ گوئٹے مالا کا پانچواں جلسہ سالانہ کل گیارہ جون سے شروع ہو رہا ہے، دو دن جاری رہے گا۔ اس سے پہلے دو دن تو علمی تقاریر اور جو روایتی جماعت کے پروگرام ہیں وہ ہوں گے لیکن ایک دن آخر پر مذہبی رواداری کے نام پر سیمینار منعقد کیا جا رہا ہے جس میں تمام بڑے بڑے مذاہب کو موقع دیا جائیگا کہ وہ اپنے نمائندے بھیجیں اور اپنے مذہب کے نقطہ نگاہ سے اس پر روشنی ڈالیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بڑے بڑے اہم نمائندوں نے دعوت کو قبول کر لیا ہے وہ بھی اس سیمینار میں شریک ہونگے۔ مجلس خدام الاحمدیہ نارتھ یارک (یہ کینیڈا میں ہے) کا تیسرا جلسہ سالانہ اور اجتماع بارہ جون بروز اتوار منعقد ہو رہا ہے۔ آل آندھرا پردیش خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع کل گیارہ جون سے شروع ہو رہا ہے۔ اور اس کے بعد جلسہ پیشوایان مذاہب ہو گا۔ لجنہ اماء اللہ میونخ ریجن کا ایک روزہ سالانہ اجتماع کل گیارہ جون کو منعقد ہو رہا ہے۔ بہت سے ایسے اجتماعات ہیں جو اور بھی جگہ ہو رہے ہوں گے، بعضوں کو موقع مل جاتا ہے وقت پر اطلاع دے دیتے ہیں۔ بعضوں کی اطلاعیں بعد میں ملتی ہیں۔ بعضوں کو وقت پر یاد بھی نہیں رہتا مگر خواہش سبھی کی ہوتی ہے۔ پس جہاں جہاں بھی دینی اغراض سے جماعت احمدیہ کسی رنگ کے بھی اجتماع منعقد کر رہی ہے، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان میں برکت ڈالے۔ خالصۃً للہ اکٹھے ہوں، خالصۃً للہ جدا ہوں اور ان کے تمام ملنے میں بھی برکتیں ہوں، ان کی جدائیوں میں بھی برکتیں ہوں۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ میں آپ سے صرف وہی بات بیان کروں گا جو من و عن میں نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سنی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے الفاظ میں کوئی روایت بیان نہیں کی بلکہ وہ الفاظ یاد رکھے ہیں اور یہ روایت بیان کرتے وقت کہا کرتے تھے کہ میں وہی بات کہوں گا جو بعینہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سنی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور غالباً یہ غیر معمولی احتیاط اسی لئے انہوں نے برتی ہے کیونکہ حدیث قدسی میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بات خدا کی طرف منسوب کریں تو وہ کلام غیر معمولی اہمیت اختیار کر جاتا ہے اور من و عن ویسا ہی بیان کرنا ضروری ہے فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری وجہ سے آپس میں محبت کرنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی ہے اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی ہے اور میری وجہ سے ایک دوسرے سے دوستی کرنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی ہے اور صلہ رحمی کرنے والوں پر بھی" یہ جو آخری فقرہ ہے "صلہ رحمی کرنے والوں پر بھی" ان کے ضمیر کی احتیاط نے پھر ایک تقاضا کیا ہے کہ مجھے یہ بعینہ یاد نہیں غالباً یہی کہا تھا اس لئے احتیاطاً یہ کہا کہ یا تو بالکل یہی الفاظ تھے "صلہ رحمی کرنے والوں پر" یا یہ فرمایا تھا کہ "ایک دوسرے سے میری خاطر ملنے جلنے والوں پر" اللہ پر ان کی محبت فرض ہو جاتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جز خامس صـ ۲۲۹)۔

آج کے جتنے اجتماعات ہیں وہ خدا کے فضل کے ساتھ محض للہ ہیں اور جماعت کے تمام اجتماعات محض للہ ہوتے ہیں کوئی میلہ ٹھیلہ مراد نہیں ہوتی اور کوئی مقصد نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ ہی آپس میں تعلقات کے روابط بڑھتے ہیں اور ان اجتماعات میں شامل ہونے والے ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ سالانہ کے مقاصد میں جو بات بیان فرمائی وہ یہی تھی کہ محض للہ یہاں آؤ اور دین سیکھو اور آپس میں محبتیں بڑھاؤ اور ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرو اس طرح جماعت میں ایک عالمگیریت آنی شروع ہو جاتی ہے اور آپ اگر اپنے طور پر سوچیں، وہ لوگ جن کو مرکزی جلسوں میں آنے جانے کے موقعے ملتے رہتے ہیں یا مہمانوں کی خدمت کی توفیق ملتی رہی ہے وہ جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے تعلقات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ دنیا میں کوئی اور جماعت اور کوئی اور قوم یہ دعویٰ ہی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کثرت کے ساتھ اللہ کے نام پر ایک جگہ اکٹھے ہونے والے جو مختلف ملکوں اور قوموں اور مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں کہیں اور اکٹھے نہیں ہوتے اور آپس میں پھر ایک دوسرے سے ان کی محبتیں نہیں بڑھتیں۔ انگلستان کی جماعت میں جب تک انٹرنیشنل جلسہ شروع نہیں ہوا تھا ان کو اس بات کا ذائقہ ہی نہیں تھا کہ یہ کیا چیز ہوتی ہے۔ اتفاقاً کوئی باہر سے آگیا اور شامل ہو گیا۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح ہر جلسے پر سب دنیا سے لوگ کھچے چلے آتے ہیں اور مختلف رنگوں اور مختلف نسلوں کے اور جب ایک مقامی آدمی کی ان پر نظر پڑتی ہے تو بلاشبہ محبت کی نظر پڑتی ہے۔ کئی دفعہ گزرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے کوئی غیر ملکی کھڑے ہیں اور ساتھ ارد گرد مقامی لوگ جمگھٹا کر کے کھڑے ہو گئے اور بڑے غور اور پیار سے ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے ان سے مصافحہ کرے، ان سے تعلقات بڑھائے۔ یہی حال آنے والوں کا ہوتا ہے۔ جاتے ہیں تو بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ واپس جاتے ہیں اور واپس جا کر جو خطوط لکھتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مقامی لوگوں سے ہی نہیں بلکہ وہ دوسرے جو دوسرے ملکوں سے آئے تھے ان سے بھی ان کے تعلقات بڑے گہرے ہو گئے ہیں اور پھر آپس میں خط و کتابت کے سلسلے چل پڑتے ہیں ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں کہ تم ہمارے ملک میں بھی آؤ۔ تو یہ عالمگیریت جو جماعت احمدیہ کو عطا ہوئی ہے در حقیقت حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تعلیم ہی کا صدقہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ گر سیکھے یہ حضرت محمد رسول اللہؐ سے ہی سیکھے تھے اور ان کو پھر جاری فرمایا اور ایسی جماعت میں جاری فرمایا جس کو آپ کے ساتھ للہی محبت تھی۔ ایسی محبت کہ آج کی دنیا میں اس کی کوئی مثال نظر نہیں آ سکتی کہ کسی جماعت کو اپنے امام سے ایسا گہرا عشق، اتنا پیار ہو کہ اس کی ادنیٰ باتوں پر بھی جان قربان کرنے کے لئے تیار بیٹھی ہو۔ پس وہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیکھا وہ اپنے مولا اور ہم سب کے آقا و

مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سیکھا اور چونکہ آپؑ ہی کی پیشگوئی کے مطابق آپ کو اس دنیا کے مہدی اور امام تسلیم کر کے ہمارے دل میں للّٰہی محبت پیدا ہوئی اس لئے اسی محبت کے صدقے، اسی محبت کے رابطے سے ہمارے آپس کے تعلقات بڑھ رہے ہیں لیکن ہم کتنے ہیں جو اس بات کو سوچتے ہیں۔ بسا اوقات ملنے والوں کو، تعلق بڑھانے والوں کو خیال ہی نہیں آتا کہ یہ سلسلہ کیا ہو رہا ہے اور کہاں سے چلا تھا۔

یہ جو حدیث میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی ہے یہ ساری جلسوں کی روح اس کے اندر شامل ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کا حضرت رسول اکرم کا کلام حصہ بن چکا تھا۔ آپ کی سرشت بن گئی تھی۔ آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ پس جو باتیں بھی آپ فرماتے تھے۔ جو نصیحتیں بھی کرتے تھے وہ تمام تر قرآن اور حدیث پر مبنی بلکہ اس کی روح میں جذب ہو کر کیا کرتے تھے۔ اور بھی تو کرتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ قرآن کی باتیں کر رہے ہیں، کون ہے جو ان کی بات کو مانتا ہے۔ تو للّٰہی محبت سے طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ مضمون ہے جو میں آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ اس طاقت ہی کے نتیجے میں اجتماعیت بنتی ہے۔ اسی طاقت کے نتیجہ میں اطاعت کی روح پیدا ہوتی ہے۔ للّٰہی محبت کو نکال دیں تو پیچھے کچھ بھی نہیں رہے گا وہ جمیعت جو بظاہر ایک توحید کے نام پر ایک عظیم مقدس نام پر عالمگیریت کا دعویٰ کرتی ہے وہ منتشر ہو کر پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ مسجد کا مسجد سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ فرد کا فرد سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور صلہ رحمی کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صلہ رحمی بھی فرمایا تھا تو اس مضمون کی تکمیل ہوئی ہوگی۔ میرا ذاتی رجحان یہی ہے کہ آپ نے صلہ رحمی ہی فرمایا ہوگا۔ ان کو جو شک پڑا ہے، راوی کو اس وجہ سے شک پڑا ہے کہ مضمون تو عالمگیریت کا ہے سب بھائیوں کا ایک دوسرے سے اللہ کی خاطر محبت کرنے کا، یہاں صلہ رحمی کا کیا ذکر آ گیا۔ اپنی طرف سے تو پورا یاد کیا تھا اور نفس گواہی دیتا تھا کہ یہی ہے جو مجھے یاد ہے تبھی شروع میں یہ دعویٰ کیا کہ میں جو کچھ بیان کروں گا لفظاً وہی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے میں نے سنا ہے۔

جن کو خلیفہ وقت سے زیادہ محبت ہوتی ہے وہی آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ جن کے دل میں بغض اور دوریاں ہوتی ہیں وہ آپس میں بھی ایک دوسرے سے بغض کرتے ہیں اور دور ہو جاتے ہیں

آخر پر پہنچ کر اگر شک ہے تو دراصل یادداشت کا شک نہیں مضمون کا شک پڑا ہے۔ آنحضورؐ تو للّٰہی محبت کی باتیں کرتے ہیں تمام دنیا کے ہر قوم سے تعلق رکھنے والے اس محبت میں باندھے جاتے ہیں وہاں رشتوں کی محبت کی کیا بحث ہے۔ لیکن صلہ رحمی کا اس سے گہرا تعلق ہے کیونکہ قرآن کریم عدل اور احسان کے بعد ایتاء ذی القربیٰ کی بات کرتا ہے۔ احسان میں کون سے خونی رشتے ہوتے ہیں۔ احسان کا مضمون ہی دراصل عالمگیریت سے تعلق رکھتا ہے۔ تمام بنی نوع انسان کے ساتھ یہ مضمون برابر تعلق رکھتا ہے اور کوئی فرق نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ پھر ایسی بات کہہ کر احسان کا مضمون بیان کر کے جس کا بنی نوع انسان سے اور انسان کی عالمگیریت سے تعلق ہے اچانک مضمون کا رخ صلہ رحمی کی طرف پھیر دینا اور ایتاء ذی القربیٰ کا ذکر کر دینا کیا معنے رکھتا ہے۔ جو معنے وہاں رکھتا ہے وہی یہاں معنے رکھتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ للّٰہی محبت پھر ایسی بڑھے کہ اس میں پھر سوچوں کے دائرے ختم ہو جائیں۔ یہ سوچ کہ ہمیں محبت ہونی چاہئے یہ اگر کام دکھا رہی تھی تو خود غائب ہو جائے اور اس کی جگہ ایک ایسا تعلق لے لے جس میں سوچوں کا کوئی دخل نہیں ہوا کرتا۔ ماں بیٹے سے محبت کرتی ہے تو یہ سوچ کر تو نہیں کرتی کہ مجھے محبت کرنی چاہئے۔ بیٹا ماں سے پیار کرتا ہے یہ سوچ کر تو نہیں کرتا کہ مجھے پیار کرنا چاہئے۔ اسی طرح رحمی رشتوں کا حال ہے۔ تو فرمایا کہ صلہ رحمی کرو یعنی بنی نوع انسان کے ساتھ اللہ کی خاطر ایسا تعلق قائم کرو کہ وہ تمہارے خونی رشتے بن جائیں اور خونی رشتوں کی طرح پاک صاف اور دلیل کے احتیاج سے بالا ہو جائیں، کوئی دلیل کی ضرورت نہ رہے، از خود تعلق دل سے پھوٹے اور امر واقع یہ ہے کہ آج کی دنیا میں جماعت احمدیہ اس مضمون کے اطلاق کا ایک زندہ اور پاکیزہ نمونہ ہے۔ آپ بے شک اپنی یادوں کو کرید کر دیکھیں۔ آپ نے جب جلسوں میں شرکت کی ہے جہاں للّٰہی لوگ اکٹھے ہوتے ہیں تو کبھی آپ نے کسی افریقہ سے آئے ہوئے سے اس لئے محبت نہیں کی کہ مجھے کرنی چاہئے۔ کسی فجی آئی لینڈ کے دوست سے یہ تعلق نہیں باندھا کہ چونکہ ایسا ہونا چاہئے اس لئے میں تعلق کروں گا۔ دل سے از خود محبت پھوٹتی ہے۔ اسی طبعی محبت کا نام صلہ رحمی ہے۔ پس آج کی دنیا میں حقیقت میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادات کو عملی نمونہ کے طور پر اگر کسی نے زندہ دیکھنا ہے اور اجاگر ہوتا ہوا دیکھنا ہے تو جماعت احمدیہ کی تخلیق میں دیکھے۔ جماعت احمدیہ جن خطوط پر آگے بڑھ رہی ہے یہ وہی نمونے ہیں جن کو پیدا کرتی ہوئی اور مزید بڑھاتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔ پس جیسا کہ میں پہلے بھی اس مضمون کو نئے آنے والوں کے تعلق سے بیان کر چکا ہوں۔ آج پھر آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ جو خدا نے آپ کو نعمت عطا فرمائی ہے اور آپ کو معلوم بھی نہیں تھا کہ کیسے عطا ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وسیلے سے دوبارہ عطا ہوئی ہے اس وسیلے کو نکال دیں تو باقی امت محمدیہ بھی تو وہی موجود ہے جس میں قرآن بھی موجود ہے اور حدیث بھی موجود ہے ان کو کیوں یہ محبت نصیب نہیں۔ کس طرح ان کے دل ایک دوسرے سے کٹے ہوئے اور بٹے ہوئے ہیں۔ پس اس نصیحت کو یاد رکھیں کہ اللہ نے دوبارہ یہ نعمت اپنے فضل سے عطا کی ہے اور نعمت کے سوا دل نہیں باندھے جاسکتے۔ پہلے بھی میں نے ایک آیت کریمہ کے حوالے سے سمجھایا تھا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرماتا ہے کہ تو نے دل نہیں باندھے میں نے باندھے ہیں۔ تجھ میں طاقت نہیں تھی کہ ان ایک دوسرے کے دشمنوں اور جان کے دشمنوں کو بھائیوں کے رشتے میں آپس میں باندھ دو، ایک جان بنا دو۔ اللہ کو طاقت تھی۔ اللہ نے باندھا ہے۔ لیکن کیسے؟ "بنعمتہ" اللہ کی نعمت سے اخوان بنے ہیں۔ اور نعمت کا مضمون قرآن سے ثابت ہے۔ اول طور پر نبوت پر اطلاق پاتا ہے۔ پس فرمایا کہ تیری نبوت جو تجھے خدا نے رحمت کے طور پر عطا کی ہے وہ بھی تو تو گھر سے نہیں لے کے آیا تھا۔ وہ نبوت بھی تو ہم نے عطا کی تھی اس نبوت میں جو برکتیں اور کشش رکھی ہے وہ بھی ہم نے رکھی ہے۔ اس لئے فرماتا ہے کہ تیری ذات میں طاقت نہیں مگر اللہ نے جس مقام پر تجھے فائز فرمایا ہے اس مقام کو اس منصب کو کچھ طاقتیں عطا کی ہیں انہی کی برکت ہے کہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے یہ سب ایک دوسرے سے تعلق باندھے جا رہے ہیں۔ اس بات کا قطعی ثبوت کہ یہ تفسیر درست ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بیچ سے نکال لیں۔ آپ کی محبت کو ہٹا دیں تو وہی قرآن ہے وہ کبھی وہ محبت پیدا نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب اپنے رفیق اعلیٰ کے حضور جانے کے لئے رخصت ہوئے تو کیا واقعہ گزرا۔ کس طرح پھر آپس میں لڑائیاں ہوئیں اور پھر وہ تفرقے بڑھتے بڑھتے آج اس حال پہ مسلمان پہنچ چکے ہیں کہ نا قابل بیان ہے تو نعمت سے اول مراد رسول کی ذات ہے۔ خدا کا نبی ہے اور باہمی محبت اس کے مرکز میں پہلے مرکوز ہو کر پھر وہاں سے منتشر ہوتی ہے اور شعاعوں کی طرح پھوٹتی ہے۔ وہ تعلق بیچ میں نہ ہو تو آپ سب منتشر ہو جائیں گے اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آج تصور اپنے میں سے نکال دیں تو آپ میں سے کسی کو ایک دوسرے کی پرواہ نہیں رہے گی اور اس تعلق کو خلافت آگے بڑھا رہی ہے اور وہ تعلق پھر خلافت کی ذات میں مرکوز ہوتا ہے اور پھر آگے چلتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت استخلاف کی تفسیر میں یہی فرمایا ہے۔ فرمایا وہ جاہل ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ نبوت کی برکتیں نبی کی زندگی تک محدود ہو جاتی ہیں ان برکتوں کو آگے چلانے کے لئے آیت استخلاف کا وعدہ ہے اور خلافت کے ذریعہ وہ برکتیں آگے بڑھائی جاتی ہیں۔

پس یہ بھی امر واقعہ ہے کہ جیسی محبت خلیفہ کو جماعت سے ہوتی ہے یا جماعت کو خلیفہ سے ہوتی ہے اس کی کوئی مثال دنیوی تعلقات میں کہیں دکھائی نہیں دیتی اور یہی محبت ہے جو پھر آپس میں انتشار کرتی ہے۔ جس طرح ایک مرکز پر لیزر کی شعاعیں اکٹھی ہوں اور پھر منتشر ہو کر ارد گرد پھیلیں وہی کیفیت ہے۔ یہ محبت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی آپ کے آپس میں للّٰہی تعلقات بڑھیں گے۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے جو میں ساری اپنی زندگی کی تاریخ اور تجربوں پر نگاہ ڈال کر بیان کر رہا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے جن کو خلیفہ وقت سے زیادہ محبت ہوتی ہے وہی آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ جن کے دل میں بغض اور دوریاں ہوتی ہیں وہ آپس میں بھی ایک دوسرے سے بغض کرتے ہیں اور دور ہو جاتے ہیں۔ پس اگر آپ نے اس نعمت کو پکڑے رہنا ہے تو "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا" اللہ کی رسی پر اجتماعیت کے

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET,
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469
81/ 83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

ساتھ مضبوطی سے ہاتھ ڈال دیں اور ایسا ہاتھ ڈالیں کہ "لاانفصام لھا" وہ مضمون بھی صادق آئے کہ پھر اس ہاتھ کا چھٹنا ممکن نہ رہے۔ اگر ایسا ہو تو آپ کی آپس کی محبت کی ہمیشہ کے لئے ضمانت ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت آپ کو پارہ پارہ نہیں کر سکتی۔ کوئی دنیا کی طاقت آپ کے دلوں کو پھاڑ نہیں سکتی اور یہ سارے وہ مضمون ہیں جو قرآن کی وحی کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات میں ظاہر ہوئے، آپ کی ذات میں جلوہ گر ہوئے، آپ کی زبان سے ہم نے ان کو سنا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے اس زمانہ میں ہم نے ان کے اندر ایک زندگی پائی۔ وہ زندگی جو ہمیشہ سے تھی مگر لوگ مردہ تھے جن پر وہ اثر نہیں کر رہی تھی، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے ہم نے اسے زندہ محسوس کیا اور اسی زندگی سے ہمارے محبت کے رشتے زندہ ہو گئے، ہمارے دل دوبارہ دھڑکنے لگے، ہم میں اجتماعیت کا احساس پیدا ہوا۔ یہ جب تک زندہ رہے گا ہم دنیا کو امت واحدہ بناتے رہیں گے۔ یہ طاقت ہمیں خدا سے نصیب ہوئی ہے، کوئی دنیا کی طاقت یہ طاقت ہم سے چھین نہیں سکتی۔ راز اس کا وہی ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کو سمجھیں، اس پر قائم ہو جائیں تو آپ کے اندر مزید مقناطیسی طاقتیں پیدا ہوں گی اور آپ بڑی قوت کے ساتھ نئے آنے والوں کو اپنے ساتھ کھینچیں گے۔ اور یہ اجتماعیت کا دائرہ بڑھتا چلا جائے گا۔ اللہ کرے کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ان نصیحتوں کو سمجھنے اور حرز جان بنانے یعنی جان میں ایک سب سے پیارا وجود سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب اس کے مختلف اظہار ہیں۔ ان اظہارات سے آپ اپنی محبتوں کے جائزے لے سکتے ہیں ان کا تجزیہ کر سکتے ہیں کہ کس حد تک آپ للہی محبت کے اہل ہیں یا للہی محبت کرنے والے اور واقعتہً اپنی زندگی کے روزمرہ کے اعمال سے ثابت کرنے والے ہیں کہ آپ کو ایک دوسرے سے اللہ کی خاطر محبت ہے۔

میں یہ بات پھر خاص طور پر دہرانا چاہتا ہوں جو حضور اکرمؐ نے فرمائی کہ اللہ فرماتا ہے "میری محبت ان پر واجب ہو گئی" جو للہی محبت میری وجہ سے کرتے ہیں مجھ پر فرض ہو گیا ہے کہ میں ان سے محبت کروں تو یہ مضمون روحانیت کا حرف آخر ہے۔ تمام مذاہب کا اعلیٰ مقصد بندے کو خدا سے ملانا ہے اور خدا کی محبت کے آداب سکھانے ہیں، وہ رستے بتانے ہیں جس پر

وہ محبت کریں، للہی محبت جو محبت محمد رسول اللہؐ نے کر کے دکھائی ہے۔ اور وہ نفرت کریں، للہی نفرت جو حضرت محمد رسول اللہؐ نے کرکے دکھائی اور ان نفرتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ رحمتوں کی بارش برسانے والے وجود تھے

چل کر انسان اللہ تعالیٰ سے محبت کر سکتا ہے۔ ان رستوں کی تفصیل پر جائیں تو بہت مشکل رستے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مقامات پر بڑی بڑی ٹھوکریں آتی ہیں اور بے شمار ایسے مقامات ہیں جہاں آپ کو یوں لگے گا کہ سانس اکھڑ گیا ہے اور چلنا دوبھر ہو گیا ہے۔ لیکن یہ محبت کا رستہ ہے جو سب رستوں سے زیادہ آسان ہے اور تمام نصیحتوں کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری خاطر آپس میں پیار کرو گے تو وہ پیار تو ایسا ہے جو تم جانچ سکتے ہو، دیکھ سکتے ہو۔ مجھ سے جو پیار کرتے ہو تم کئی دفعہ دھوکے میں رہتے ہو تمہیں پتہ ہی نہیں لگ سکتا کہ پیار ہے بھی کہ نہیں۔ اس پیار کی کچھ علامتیں ہیں جو ظاہر ہونی چاہئیں وہ اللہ ہمیں بتاتا ہے محمد رسول اللہؐ کی وساطت سے۔ وہ علامتیں یہ ہیں کہ اگر تم سچی محبت مجھ سے کرتے ہو تو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے کیونکہ ان سب کا رشتہ مجھ سے ہے۔ میرے رشتے کی خاطر ان سے تعلق بڑھاؤ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی ذات پر تمہاری محبت فرض کر لوں گا۔ اگر کسی مذہب میں اس بات کی ضمانت مل جائے کہ اس کے پیروکاروں پر اللہ کی محبت فرض ہو گئی تو اس سے بڑی اور کیا نعمت ممکن ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا یہ نصیحت روحانیت کے مضمون کا حرف آخر ہے۔ اس سے بلند تر کوئی نصیحت نہیں ہو سکتی تھی۔ اور کتنی سادہ اور کتنی آسان ہے لیکن روزمرہ کی جو علامتیں ہیں ان پر بھی غور ضروری ہے۔ ان پر نظر ڈالے بغیر ہم پہچان نہیں سکتے کہ ہماری محبت محض ایک رومانی فرضی محبت تھی یا سچی اور حقیقی تھی۔

فرماتا ہے۔ "میری محبت واجب ہو گئی" اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی اب جلسے پر بھی جب دوست تشریف لاتے ہیں اس کے علاوہ بھی جب ایک احمدی دیکھتا ہے کہ کسی اور احمدی کو کوئی ضرورت ہے اور وہ اس پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔ کہ کس طرح اس کی ضرورت کو پورا کرے اور یہ روزمرہ عام طور پر جاری وساری مضمون ہے تو بحیثیت جماعت وہ یہ گواہی دیتا ہے کہ ہم وہی جماعت ہیں جس کا ذکر اس حدیث نبوی میں ملتا ہے جن کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ ان کی محبت مجھ پر واجب ہو گئی۔ پس خدا کی خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنا، خدا کی خاطر ایک دوسرے کی ضروریات کو پورا کرنا یہ درحقیقت اللہ کی محبت کی ایک علامت ہے اور اسی لئے للہی محبت کی شرطوں میں اس کو داخل فرمایا گیا ہے۔

پھر فرماتا ہے۔ ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی اور میری وجہ سے ایک دوسرے سے دوستی کرنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جو حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور خدا سے محبت کرتے ہیں وہ دینی خدمت کرنے والوں سے نفرت کر ہی نہیں سکتے، یہ ناممکن ہے۔ اس لئے جب بھی کہیں جماعتوں سے مجھے یہ اطلاع ملتی ہے کہ دھڑے بندیاں ہو گئی ہیں اور کچھ لوگ ہیں جو امیر اور اس کے ساتھیوں کے خلاف باتیں کرتے ہیں اور پھر اکٹھ کر کے ایک دوسرے کے ساتھ مشورے کر کے کسی اور کو امیر لانے کی کوششیں کر رہے ہوتے ہیں تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ وہاں سے ایمان اٹھ چکا ہے اور خدا کی محبت کا کوئی اثر ان لوگوں کے دلوں پر باقی نہیں۔ تبھی بعض دفعہ میں نے بہت سخت خطبے اس مضمون پر دئے ہیں اور بعض دفعہ مجھے لوگ احتجاج کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ چھوٹی سی بات تھی آپ سمجھا دیتے، بات کر دیتے۔ آپ اتنا زیادہ جلال میں کیوں آ جاتے ہیں۔ ایک نے مجھے لکھا کہ جرمنی کے ایک خطبہ کے وقت جب آپ بیان دے رہے تھے تو مجھے ڈر تھا کہ آپ کا ہارٹ فیل نہ ہو جائے اس جوش و خروش کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی بات جو آپ کو دکھائی دے رہی ہے بے انتہا وقعت والی بات ہے، بے حد ضروری ہے اور ہماری روحانی زندگی کا مرکزی وجود ہے۔ ہماری روحانی زندگی اس بات کو سمجھنے میں ہے کہ اگر اللہ سے محبت ہو تو اللہ کی خاطر کام کرنے والوں سے نفرت ہو ہی نہیں سکتی۔ خلیفہ کی بات تو الگ ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں ہمیں خلیفہ سے محبت ہے، ہاں ان سے نفرت ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ان سے نفرت ہے تو مجھے تم سے محبت نہیں ہے تو اللہ نے یہی مضمون تو سمجھایا ہے کہ میری خاطر محبت کرنے والوں پر میری محبت فرض ہو جاتی ہے۔ وہ جو میری خاطر اگر مجھ سے محبت ہے، آپس کی محبت نہیں کر سکتے تو میری محبت ان پر، ان کی مجھ پر، کیسے فرض ہو سکتی ہے۔ جب اللہ پر ہی نہیں تو میں کون ہوں؟ میری کیا حیثیت ہے؟ اصل واقعہ ہے کہ جھوٹ ہے۔ سچی محبت کی سچی علامتیں خدا نے کائنات کے سب سے سچے بندے کے منہ سے جاری کروائیں اور یہ ایک قطعی حقیقت ہے۔ آپ کو، جن کو انتظامی تجربے ہیں وہ سارے گواہ ہوں گے، سارے اپنے پرانے تجربوں پر نگاہ ڈال کر دیکھ لیں۔ جو سچے مومن ہیں جن کو حقیقت میں اللہ اور رسول سے اور جماعت سے پیار ہے وہ خدا کی خاطر خدمت کرنے والوں سے نفرت کر ہی نہیں سکتے۔ جن کے دلوں میں بغض دکھائی دے گا ان کے دلوں میں اسی حد تک اللہ کی محبت میں رخنہ دکھائی دے گا یعنی دکھائی دے نہ دے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ پس اس بات کو معمولی نہ سمجھیں خدا کی خاطر ایک دوسرے سے پیار کا صرف یہ مطلب نہیں کہ کسی ایک بزرگ کے سامنے ماتھا ٹیک دیا۔ وہ ماتھا ٹیکنا تو شرک بھی بن جاتا ہے۔ خدا کی خاطر پیار کا یہ ہے اصل مضمون جس سے آپ کے پیار کی حقیقت کھلتی ہے۔ کوئی شخص جس کو آپ جانتے بھی نہیں وہ جو دن رات خدا کی خاطر محبت میں دوڑا پھرتا ہے اور کام کرتا ہے اپنے گھر والوں کو بھلا دیتا ہے آپ اس سے کیسے نفرت کر سکتے ہیں۔ نفرت تو کیا اگر آپ کے دل میں طبعی محبت پیدا نہیں ہوتی تو آپ کو خدا کی محبت کا عرفان ہی حاصل نہیں۔ پس حقیقت میں یہ ایسی ہی خدمت کرنے والے ہیں جو جماعتوں کو باندھنے کا موجب بنتے ہیں اور انہی جماعتوں میں برکت پڑتی ہے جو پھر ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں وہ ان کی بات کو ٹھکراتے نہیں ان کو طعنے نہیں دیتے۔ وہ جب ان سے خدا کے نام پر کچھ مانگنے کے لئے نکلتے ہیں تو عزت و احترام سے ان کے ساتھ پیش آتے ہیں ان کے شکریئے ادا کرتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے گھر ایک معزز انسان آیا ہے جس کا سفر محض اللہ کی خاطر تھا۔ اس نے ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے کوئی اپنی نفسانی غرض کے لئے نہیں، کوئی ہم سے مدد مانگنے کے لئے نہیں، کوئی سفارش کروانے کے لئے نہیں، کسی تجارت کی غرض سے نہیں آیا۔ وہ تجارت جس کا خدا نے

DISTRIBUTORS OF PITTA BREAD
PLAIN AND FRUIT YOGURT
MANGOES & SEASONAL FRUIT
AND VEGETABLES

ZAHID KHAN
081 949 1044
IMMEDIATE DELIVERY
ANYWHERE IN LONDON

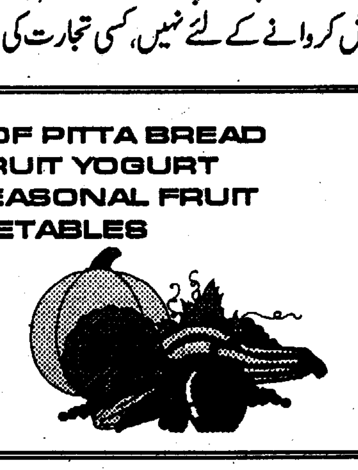

ہمیں حکم دیا ہے کہ اللہ سے کریں اس کا پیغامبر بن کر آیا ہے۔ ہمیں کہتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو لیکن ایسے بھی ہیں جو جب ان کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں تم تو ہر وقت مانگتے ہی رہتے ہو۔ تم سمجھتے ہو دین ہے ہی پیسے دینا۔ تم لوگ دنیا پرست ہو گئے ہو روحانیت سے عاری ہو۔ ہر وقت پیسہ پیسہ، پیسہ دو، پیسہ دو، ان بیوقوفوں کو کیا پتہ کہ اللہ نے اپنے دین کے ساتھ اخلاص کی تعریف میں بلکہ بیعت کی شرط میں یہ داخل کر دیا ہے "ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ" اللہ نے تو جان کے بھی سودے کئے اور ساتھ ہی پیسے پر بھی ہاتھ ڈال دیا کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانوں کا اور تمہارے

للّٰہی محبت سے طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اس طاقت ہی کے نتیجہ میں اجتماعیت بنتی ہے۔ اسی طاقت کے نتیجہ میں اطاعت کی روح پیدا ہوتی ہے

سارے اموال کا سودا کر لیا اور تمہارا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ "بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃ" اس کے بدلے پھر جنت تم پر فرض ہو گئی۔ پس للّٰہی محبت کرنے والوں سے اگر محبت ہو اور وہ خدا کے حکم کے تابع آپ سے پیسے مانگنے نکلتے ہیں۔ اپنی جیب میں ڈالنے کے لئے نہیں، اگر آپ کو توفیق نہیں تو کم سے کم کوئی عفو کا کلمہ ہی کہیں، کوئی نرمی کی معذرت ہی پیش کریں۔ قرآن کریم تو یہ فرماتا ہے "واما السائل فلا تنھر" اور پھر فرماتا ہے کہ اگر اور کچھ نہیں تو عفو کا قول اور نرمی کا قول ہی اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے یا تکلیف دی جائے تو نرم قول ہی کہہ دیا کرو۔ لیکن اگر سچی محبت ہے تو نرم قول کی بات نہیں، ایسے آنے والے کے لئے دل محبت سے اچھلنا چاہئے۔ اس کی عزت دل میں بڑھنی چاہئے۔ اس کی قدر ہونی چاہئے۔ انسان کو اس کو عزت کے ساتھ گھر میں بیٹھنے کی دعوت دینی چاہئے مگر میں جانتا ہوں اکثر کو موقع نہیں ملتا۔ کراچی جیسے شہر میں میں نے ایسے دیوانے ہر وقت پھرتے دیکھے ہیں، لاہور میں دیکھے ہیں، ربوہ میں دیکھے ہیں۔ رجسٹر اٹھائے ہوئے، بجائے گھر والوں کے پاس بیٹھنے کے، وہ گرمیاں ہوں سردیاں ہوں، بازاروں گلیوں میں گھوم رہے ہوتے ہیں۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ جی فلاں چندے کی تحریک کرنے جا رہا ہوں۔

یہ جو جماعت کے چندے زندہ ہیں جن کی وجہ سے جماعت کے کاموں میں زندگی پڑ رہی ہے یہ انہی مخلصین کی قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔ پس ان کو دعائیں بھی دیں، ان کے لئے دل میں پیار محسوس کریں۔ اگر پیار محسوس نہیں کرتے تو اللہ کی محبت آپ پر واجب نہیں ہو گی۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ جو میری خاطر آپس میں محبت کے رشتے باندھتے ہیں ان پر میری محبت واجب ہوتی ہے اور اللہ کی خاطر ویسے کیسے محبت ہو سکتی ہے۔ یہ کوئی فرضی بات نہیں غور تو کر کے دیکھیں اللہ کی خاطر ویسے کیسے آپ کو محبت ہو جائے گی جب تک اللہ کے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ محبت نہ ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی کسی کو دنیاوی محبت ہو گئی اور اس حدیث کا بہانہ لے لیتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ اس کو اطلاع کرو جس سے تمہیں محبت ہو گئی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الحب فی اللہ و من اللہ) ۔ حالانکہ آپ للّٰہی محبت کی بات کر رہے ہیں۔ دنیا کے عشق کی باتیں نہیں کر رہے اور اس بہانے لوگ اطلاعیں کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک خط میرے پاس کسی کا کسی کے نام آیا لیکن میری معرفت اور جو لکھنے والے تھے ان کو اتنا یقین تھا کہ وہ صحیح بات کر رہے ہیں کہ انہوں نے میری وساطت سے وہ خط بھجوانے کے لئے درخواست دی کہ آپ پڑھ بھی لیں اور آگے چلا دیں۔ وہ ایسا لغو اور بیہودہ خط تھا اور مجھے حوالہ دیا گیا تھا اس حدیث کا کہ دیکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کسی سے محبت کرے اسے بتا دے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ اس محبت کا تو وہم و گمان بھی حضور اکرمؐ کے ذہن یا دل سے گزرا نہیں تھا۔ جس کی بات تم کر رہے ہو اور آگے آپ چلا دیں۔ میں نے ان کو کہا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ بھی آئندہ یہ جہالت نہ کریں۔ نہ خود لکھیں نہ مجھے دیں نہ کسی اور کو دیں۔ یہ معین بات میرے ذہن میں آئی تھی تو میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ اس سے ادنیٰ درجوں پر ایسی بہت سی مثالیں آپ کو ملیں گی۔ کئی لوگوں کے دل میں یہ غلط فہمی ہوتی ہے۔ وہ مراد نہیں ہے۔ للّٰہی محبت ہو، پھر جائیں اس کو بتائیں کہ تمہاری ذات سے ہمیں اور کوئی تعلق نہیں تم اللہ کی خدمت کرنے والے ہو اس لئے ہم تم سے محبت کرتے ہیں۔ اس طرح جماعت کے رشتے للّٰہی محبت میں اتنے مضبوط اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جائیں گے کہ وہ اجتماعیت جو آج آپ خدا کے فضل سے دیکھ رہے ہیں اس میں مزید طاقت پیدا ہو گی۔ نیا خون دوڑنے لگے گا اور اس کی جماعت کو بہت ضرورت ہے۔ پس جہاں جہاں جماعتیں ابھی بھی پھٹی ہوئی ہیں ان کو سوچ لینا چاہئے کہ وہ اپنے ایمان کی تکذیب کر رہی ہیں کوئی نہ کوئی ان میں لازماً ایسا ہو گا جس کو ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے میں کہتا ہوں، کوئی نہ کوئی، کیونکہ جب دوسرا فریق مناصب سے اتر جاتا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والا اوپر آ جاتا ہے تو وہ اس سے وہی سلوک شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ سچے تھے تو منصب سے اترنے کے بعد ان کو عجز اور اطاعت کے وہ نمونے دکھانے چاہئیں جس سے منصب پر فائز لوگ سمجھیں کہ ہم جھوٹے تھے۔ ہم حق نہیں رکھتے کہ اس منصب پر آئیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق رکھتے ہیں۔ پس للّٰہی محبت کی پہچان تو روزمرہ عام ہے۔ ذرا سی آنکھیں کھول کر دیکھیں تو آپ پہچان سکتے ہیں کہ کس حد تک آپ آنحضورؐ کی ہدایت کے مطابق محبت کرتے ہیں۔

آخر پر فرمایا، اور صلہ رحمی کرنے والوں پر بھی میری محبت واجب ہو گئی۔ ایک صلہ رحمی تو وہ ہے جو ماں باپ اور بیٹیوں اور بیٹوں اور ماں باپ کے درمیان یا بھائیوں بہنوں کے درمیان چلتی ہے۔ ایک وہ ہے جو للّٰہی محبت صلہ رحمی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور یہاں جہاں تک میں سمجھا ہوں یہی مراد ہے کہ جب وہ محبت بڑھ کر ایسی ہو جاتی ہے جیسے خونی رشتے ہوں تو پھر ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جو مومن کا معراج ہے۔ اس مضمون کو ان آیات سے تقویت ملتی ہے جن میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اگر تمہیں اللہ اور رسول کی محبت اپنے ماں باپ، اپنے اقرباء، اپنے سب دوسرے عزیزوں سے بڑھ کر نہیں ہے تو تمہیں نہیں پتہ کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ پس صلہ رحمی سے یہی مراد ہے کہ ایسے مقام پر پہنچ جاؤ جب رشتے خونی رشتوں کا رنگ اختیار کر جائیں اور اس روحانی خونی رشتوں میں سب سے بڑا مقام محمد رسول اللہؐ کا ہے۔ پس ظاہر بات ہے کہ جہاں سے وہ صلہ رحمی پھوٹتی ہے۔ جو مرکز ہے صلہ رحمی کا وہاں سب سے زیادہ محبت ہو۔ اسی مضمون پر اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن میں سے چند میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آدمی کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو گا یہاں تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت کرے۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب) ۔ اس حدیث میں اور پہلی حدیث میں صرف الفاظ کا فرق نہیں ایک مضمون میں بھی کچھ فرق ہے۔ پہلی حدیث میں صرف للّٰہی محبت کی بات تھی۔ یہاں اس مضمون کو مزید کھول دیا گیا ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ للّٰہی محبت ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے محبت نہ ہو۔ تو جو بات میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں اسی کے ثبوت کے طور پر یہ حدیث پیش کر رہا ہوں کہ اس میں تمام وہ تعلقات داخل ہوتے ہیں۔ جو اللہ کی محبت کے نتیجہ میں بنی نوع کی محبت کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور پھر درجہ بدرجہ ان سے جب تعلق بڑھتا ہے تو حقیقت میں اللہ کی محبت کے اظہار ہو رہے ہوتے ہیں۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے قطعی نشانی یہ بیان فرما دی کہ جو بھی اللہ اور رسول کی محبت کی خاطر کسی بھائی سے محبت نہیں کرتا اس کے دل میں ایمان نے جھانکا بھی نہیں۔ اس کو پتہ بھی نہیں کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً ایمان کا سب سے مضبوط کڑا یہ ہے کہ اللہ کی خاطر محبت کرے اور اسی کی خاطر نفرت کرے۔ اس میں بھی وہی مضمون ہے جو میں بیان کر چکا ہوں لیکن ایک کا اضافہ اور ہے اور وہ ہے نفرت کا۔ بسا اوقات احمدی جب یہ مختلف جلسوں پر نمایاں طور پر لکھ کر لگاتے ہیں کہ "محبت سب کے لئے نفرت کسی کے لئے نہیں" تو اس سے لوگوں میں ایک بڑی کشش پیدا ہوتی ہے اور لوگ ملتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک اخباری نمائندے نے ایسے ہی اعلانات دیکھ کر مجھ سے معین سوال کیا کہ کیا واقعتہً سب سے محبت رکھتے ہیں اور نفرت کسی سے نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر یہ لکھ کے کیا لگایا ہوا ہے۔ میں نے کہا آپ اس کا مفہوم نہیں سمجھے۔ مراد یہ ہے کہ عمومی طور پر جہاں ابھی ہمیں پتہ نہیں کہ کوئی کیا چیز ہے ہم بنی نوع انسان میں سب سے محبت ہی کرتے ہیں اور کسی سے نفرت نہیں

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS

Muslim TV AHMADIYYA — SKY — TV ASIA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740

RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

کرتے۔ کوئی رنگ، کوئی نسل، کوئی مذہب، ہمارے لئے نفرت کا پیغام لاتا ہی نہیں ہے۔ ہم سب سے محبت کرتے ہیں لیکن جو اللہ سے نفرت کرے اس سے ہم نفرت کرتے ہیں۔ وہ اور مضمون ہے یہ اور مضمون ہے۔ ان دونوں کو خلط ملط نہ کرو۔ وہ پھر سمجھ گیا اس نے کہا ٹھیک ہے میں بات سمجھ گیا ہوں یہ درست ہے۔ اور اسی لئے غالباً اس نے سوال بھی کیا تھا کہ یہ تو غیر فطرتی بات ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہر ایک سے محبت ہو خواہ آپ کو جن سے محبت ہے ان سے کوئی شخص نفرت بھی کر رہا ہو۔ یہی وہ مضمون ہے جو حضرت جل شانہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو سمجھا کر اپنے باپ کے لئے دعا سے روکا۔ جہاں تک حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا تعلق ہے اس دعا میں ہی آپ نے یہ عرض کیا تھا کہ اے خدا میں اپنے باپ کے لئے بخشش کی دعا کرتا

آج کی دنیا میں حقیقت میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادات کو عملی نمونے کے طور پر اگر کسی نے زندہ دیکھنا ہے اور اجاگر ہوتا ہوا دیکھنا ہے تو جماعت احمدیہ کی تخلیق میں دیکھے

ہوں وہ صراط مستقیم سے ہٹا ہوا تھا، وہ بھٹکا ہوا تھا، ضالین میں سے تھا۔ تو یہ تو پتہ تھا آپ کو لیکن اس کے باوجود دعا کے وعدے پر قائم رہے اور دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے جب دعا سے روکا ہے تو یہ کہا کہ جب ہم نے اس کو یہ کہا کہ وہ اللہ سے بغض رکھتا تھا پھر کبھی اس کے دل میں خیال نہیں پیدا ہوا یہ ہے حباً للّٰہ اور بغضاً للّٰہ۔ پس اگر آپ اس عبارت کا یہ ترجمہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک سے محبت ہے خواہ وہ آپ کے پیاروں سے نفرت کرتا ہو تو یہ بالکل جھوٹ ہے۔ انسانی فطرت کے خلاف بات ہے۔ ایسا دعویٰ ہی نہ کریں جو آپ کو منافق بنانے والا ہو۔ امر واقع یہ ہے کہ جس سے زیادہ محبت ہوگی اس سے جو نفرت کرے گا اس کے خلاف طبعاً دل میں نفرت پیدا ہوگی۔ کوئی اس بات کو اچھا سمجھے یا نہ سمجھے فطرت انسانی یہی ہے اور فطرت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ ناممکن ہے کہ آپ فطرت کو تبدیل کر سکیں۔ کوئی تعلیم خواہ کیسی ہی Polished لے کر آئے وہ فطرت کو نہیں بدل سکتی۔ پس بغض بھی اللہ کے لئے ہوا کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس مضمون کو خوب کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اپنی خاطر نہ کرو اپنے تعلقات کو نظر انداز کر دو۔ مگر جب اللہ سے کوئی نفرت کرتا ہے اور خدا سے ٹکراتا ہے اور اسی حد تک اس سے بغض تم پر فرض نہیں تمہاری فطرت کا ایک طبعی حصہ ہے طبعی رد عمل ہے کیونکہ تم محبت کرتے ہو۔ پس یہ کوئی ایسی تعلیم نہیں ہے جس کو بتا کر واجب کیا جا رہا ہے کہ نفرت کرو۔ یہ تعلیم ہے جو یہ بتا رہی ہے کہ چونکہ تمہیں محبت ہے اسی لئے اللہ سے بغض کرنے والوں کے لئے تمہارے دل میں نفرت کے سوا کچھ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ زور بھی لگاؤ تو کچھ نہیں کر سکتے لیکن وہ نفرت اور عام دنیا کی نفرت الگ الگ چیزیں ہیں۔ یہ مضمون آپ کو سمجھانا ضروری ہے ورنہ آپ اس رنگ میں نہ نفرت کرنے لگ جائیں جن معنوں میں دنیا نفرت کرتی ہے۔ وہ نفرت ایسی ہے جو آپ کے رحم سے اس کو محروم نہیں کرتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سب سے زیادہ للّٰہی محبت کرتے تھے، سب سے زیادہ للّٰہی بغض کرتے تھے۔ مگر ان کے لئے جب تک وہ زندہ رہتے تھے ان کے لئے دعائیں کرتے تھے اور رحمت کی وجہ سے دعائیں کرتے تھے۔ ابو جہل کے لئے بھی دعا کی۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کو بھی تو بریکٹ میں ڈالا کہ اے خدا یہ نہیں تو وہ دے دے۔ وہ نہیں تو یہ دے دے، وہ رحمت ہی کی تو دعا تھی۔ پس بغض کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ ان کے لئے ہلاکت کے گڑھے کھودنے لگ جائیں ان سے ناجائز انتقامی کاروائیاں کریں جن کا خدا نے آپ کو اختیار نہیں دیا۔ ان کا برا چاہنا اور ہے اور للّٰہی نفرت ہونا اور چیز ہے۔ اس مضمون کو اچھی طرح سمجھ لیں ورنہ آپ کے دل میلے اور کڑوے ہو جائیں گے اور میلے اور کڑوے دلوں میں اللہ کی محبت بھی نہیں رہتی وہ بھی وہاں سے ڈیرے اٹھا لیتی ہے۔ پس للّٰہی نفرت کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص آپ کو پسند نہیں آتا آپ کو تکلیف ہوتی ہے ایسے شخص سے۔ لیکن اس کو آپ مارتے نہیں ہیں۔ ان کو زہر نہیں دیتے۔ اس کے اموال نہیں لوٹتے۔ اس کے بچوں کا برا نہیں چاہتے۔ اللہ کی خاطر رحم جو ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے کیونکہ خود اللہ کا رحم ہر چیز پر غالب ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا گیا۔ اب وہ رحمۃ للعالمین خدا کی رحمت ہی کا ایک حصہ ہے جو حضور کو عطا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری رحمت ہر دوسری چیز پر غالب ہے میری تمام صفات پر میری رحمت غالب ہے۔ پس نفرت پر بھی غالب آ جاتی ہے۔

پس دنیا سے اللہ کی خاطر محبت کریں، اللہ کی خاطر بغض کریں، مگر بغض وہ نہیں جو دنیا والے کرتے ہیں کہ ان کی برائیاں سوچیں، ان کا برا چاہیں، اللہ کی خاطر نفرت ایک عجیب نفرت ہے۔ اس کے باوجود آپ برا نہیں چاہتے۔ کب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دنیا کا برا چاہا تھا۔ آپ تو ان کو بھی دعائیں دیتے تھے جو آپ کو مارتے تھے اور تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ تو صاف پتہ چلا کہ نفرت کا مضمون کچھ اور معنے رکھتا ہے اس کو دنیا کے عام رائج معنوں میں لینا بڑی بھاری جہالت ہوگی۔ ورنہ اس کا مطلب یہ بنے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خود تو دوسروں کی نصیحت فرماتے تھے کہ خدا کی خاطر بغض بھی کرو اور بغض نہیں کرتے تھے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جب بغض کا کہتے تھے تو خود بھی بغض رکھتے تھے۔ مگر جو صاحب اکرام لوگ ہیں ان کی نفرتیں بھی عزت والی ہوا کرتی ہیں وہ کمینوں والی نفرتیں نہیں کیا کرتے۔ اور سب سے بڑے صاحب اکرام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں تو آپ سے للّٰہی بغض کے رنگ سیکھیں۔ کس طرح آپ نے بغض کیا اور کس طرح اس بغض کے باوجود آپ نے رحمتیں برسائیں اور نیک دعائیں دیں کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔ ہر ایک کے لئے پاکیزہ تعلیم دی، رحمت اور عفو کی تعلیم دی، اور جنگ میں جب صحابہ کو بھیجا کرتے تھے تو جو نصیحتیں فرماتے تھے ان نصیحتوں سے ظاہر ہے کہ مخالف خدا کی خاطر دشمنی کرتے ہوئے دندناتے ہوئے چلے آ رہے ہیں، حملہ آور ہو رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرما رہے ہیں بوڑھوں کو کچھ نہیں کہنا، فلاں کو کچھ نہیں کہنا، جو قیدی ہو جائے اس سے حسن سلوک کرنا ہے اس کو برا نہیں کہنا۔ یہ بغض ہے ہاں یہی بغض ہے مگر صاحب اکرام لوگوں کا بغض ہے۔ وہ جن کو اللہ نے اکرام بخشا ہے اور ان کا بغض دنیا کی محبتوں سے بھی بہتر ہوا کرتا ہے۔ اس بغض کے باوجود آپ ہی کی دعائیں تھی جنہوں نے عرب کی کایا پلٹ دی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وہ ایک فانی فی اللہ کی دعائیں ہی تو تھیں جس نے صدیوں کے مردوں کو زندہ کر دیا۔ جو بگڑے ہوئے تھے ان کو الٰہی رنگ عطا فرما دئے۔ پس ہرگز نفرت اور للّٰہی بغض کا کوئی جاہلانہ معنی نہ کریں۔ جو بغض آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کیا ہے اس حد تک کریں اور وہ بغض ایک اور رنگ میں ظاہر ہوا ہے جو سمجھانا ضروری ہے۔ ان کی بدعادتوں سے نفرت تھی ان کو اس حد تک بری نظر سے دیکھتے تھے کہ صحابہ میں وہ اگرچہ بظاہر منع نہ بھی ہوں تب بھی وہ باتیں پسند نہیں فرماتے تھے۔ فرمایا یہود اب خدا کی خاطر بغض کی ایک ایسی مثال ہیں جس کے اوپر قطعیت کے ساتھ قرآن گواہی دے رہا ہے۔ مغضوب علیہم وہ اللہ کے مغضوب تھے اگر ان سے غضب نہیں تو پھر اور کس سے غضب ہوگا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نزدیک یہود مغضوب تھے لیکن کیسا غضب دکھایا، یہ بھی تو غور کریں۔ فرمایا دیکھو یہود سر منڈاتے جس کو آجکل Skin Head کہتے ہیں۔ ٹنڈیں کرانا اور حد سے زیادہ داڑھیاں بڑھا دیتے ہیں۔ تم یہ کام کرو۔ اور جو یہود کرتے ہیں ان کی روزمرہ کی عادتیں ہیں اس کے الٹ کرو۔ ایسی بات بغض سے کہی جا سکتی ہے۔ اس حد تک بغض کہ قابل نفرت اداؤں بلکہ ان کے ہم شکل ہونے سے بھی بغض اور جہاں تک ان کی ذات پر احسان کا تعلق ہے ایک ایسا جاری چشمہ تھا احسان کا جس سے کبھی کوئی یہودی محروم نہیں رہا۔ انصاف کا سلوک ان سے کیا گیا، احسان کا سلوک ان سے کیا گیا، ان کے حقوق کی حفاظت کی گئی یہاں تک کہ جب گواہوں نے ایک چوری کے معاملے میں گواہی دی ایک یہودی کے خلاف تو آپ نے فرمایا نہیں جب تک مجھے دوسری طرف سے بھی گواہی نہ

SCL

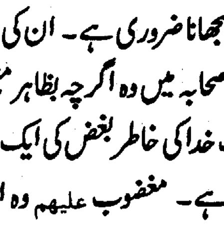

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

ملے میں فیصلہ نہیں کروں گا۔ قتل کے مقدمے میں ایک وفد حاضر ہوتا ہے جو یہودی قبیلے کی طرف تجارت کے لئے گیا تھا۔ مجھے قبیلے کا نام یاد نہیں آرہا، خیبر میں جو قبیلہ آباد تھا اس کی بات کر رہا ہوں۔ اس قبیلے کی طرف ایک وفد گیا ہے تجارت کا، ان کا ایک آدمی قتل ہو گیا۔ اب صحابہ میں دیکھیں کیسی اطاعت کی روح تھی، کیسی تنظیم تھی، وہ چاہتے تو جو سمجھتے تھے اس کے مطابق عمل کر دیتے۔ سمجھتے یہ تھے کہ ان میں سے کسی ایک آدمی کو قتل کر دیں مگر قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا، واپس آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حضور یہ بات پیش کی اور یہ چاہا کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ اب ہم ان کا ایک آدمی قتل کر دیں۔ آپ نے فرمایا گواہ لاؤ۔ اب یہ غضب کی بات ہے کہ دنیا کے لحاظ سے تو غضب نہیں رحمت کی باتیں ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا غضب بھی ایسے کریموں کا غضب تھا جس کریم سے بڑھ کر کسی کریم کا تصور ہو ہی نہیں سکتا اور وہ غضب عدل کی راہ میں کبھی حائل نہیں ہوا۔ پس یہ بات یاد رکھیں شدید نفرت بھی ہو تب بھی عدل کی راہ میں وہ نفرت حائل نہیں ہو سکتی۔ خواہ اس نفرت کا نام آپ للہی نفرت رکھیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ گواہی کیسی، وہ تو سب یہودی ہیں ہم قوم ہیں، ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ تو گواہی نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ گواہی نہیں دیں گے تو میں بھی فیصلہ نہیں دوں گا مجھے عدل پر قائم کیا گیا ہے۔ پس نفرت جو عدل کو میلی آنکھ سے دیکھ ہی نہیں سکتی اس نفرت کی تعلیم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ سالانہ کے مقاصد میں جو بات بیان فرمائی تھی وہ یہی تھی کہ محض للہ یہاں آؤ اور دین سیکھو اور آپس میں محبتیں بڑھاؤ اور ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرو۔ اس طرح جماعت میں ایک عالمگیریت آنی شروع ہو جاتی ہے

قرآن کریم اس مضمون کو کھول کر بیان فرماتا ہے "ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ" یہاں شنان قوم سے مراد دشمن کی نفرت آپ سے ہے۔ فرمایا ایک قوم آپ سے نفرت کرتی ہے اور اس کی دشمنیاں مسلم ہیں، ہوتی چلی آئی ہیں۔ ان نفرتوں کے حوالے سے بھی آپ کو عدل سے ہٹنے کی اجازت نہیں۔ پس نفرت کریں، و نفرت کریں جو رحمۃ للعالمین ؐ نے کی تھی اور آپ ؐ کی نفرت غلط اداؤں سے تھی ایسی بیہودہ حرکتوں سے نفرت تھی جن سے خدا کو نفرت ہوتی ہے۔ تو دراصل ان بے ہودہ اداؤں والا وجود عملاً رستے سے ہٹ جاتا ہے۔ اور وہ نفرتیں نمایاں ہو کر خدا کی خاطر نفرت کرنے والوں کی نظر میں آجاتی ہیں ان سے نفرت کرتا ہے۔ ان سے دور ہٹتا ہے اور اسی کا فیض یہ پاتا ہے کہ خود ان بدیوں سے پاک ہونے لگتا ہے۔ ان بدیوں کے مالک سے نفرت نہیں۔ یعنی ان معنوں میں نفرت بہر حال نہیں کہ اس کا برا چاہیں، اس کو گزند پہنچانے کی اجازت ہو، اس کو گالیاں دیں، اس کی عزت نہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو بڑے سے بڑے دشمن کے آنے پر بھی جب کوئی آپ کے ہاں آتا تھا اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اس کا اعزاز فرمایا کرتے تھے باہر سے غیر مسلموں کو عیسائیوں کے وفد کو آپ نے اپنی مسجد میں عزت کے ساتھ ٹھہرایا اور وہیں اس سے گفتگو فرماتے تھے۔ پس یہ جو خیال ہے کہ اللہ کی خاطر نفرت، مارو کوٹو، یہ تو مولویانہ خیال ہے، قرآن کا تو اس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ پس اللہ کی خاطر محبت کریں اور اللہ کی خاطر نفرت کا یہ معنے نہ لیں۔ آپ کو اس کی اجازت نہیں ہے کہ ہم اس امام سے اس لئے نفرت کرتے ہیں ہم نے نمازیں پیچھے پڑھنی چھوڑ دی ہیں کہ یہ برا آدمی ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم للہی بغض کریں۔ اس حوالے سے میں بات کر رہا ہوں اب بھی مجھے بعض دفعہ لکھتے ہیں مگر پہلے تو مجھے روز مرہ یہ تجربہ ہوا کرتا تھا۔ میں پاکستان کی جماعتوں میں ہر ذریعے سے پہنچا ہوں۔ سائیکلوں پہ بھی، گھوڑوں پہ بھی، بسوں پہ بھی، کاروں پہ بھی، گاڑی کے ذریعے بھی۔ بہت سفر کیا ہے۔ اور وہاں جہاں جہاں اختلاف ہوتا تھا وہاں بعض لوگ جو کچھ دین کا علم رکھتے ہیں یہ آگے سے حوالہ دیا کرتے تھے کہ للہی بغض ہے ہمیں تو کوئی نفرت نہیں ہمارا تو ذاتی طور پر کچھ نہیں، یہ غلط آدمی اوپر آگیا جماعت کے اوپر اور اس کی بے ہودہ ذلیل حرکتوں کی وجہ سے ہمیں اس سے نفرت ہے۔ اس کو ہم کہتے ہیں للہی بغض۔ ایسا للہی بغض جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو علم نہیں تھا۔ پس اپنی تعریفیں ایسی نہ بنائیں جو محمد رسول اللہ کی تعریفوں سے ہٹ جائیں وہ جھوٹی اور لعنتی تعریفیں ہیں۔ وہ آپ کو بھی جھوٹا اور لعنتی کر دیں گی۔ وہ محبت کریں، للہی محبت، جو محبت محمد رسول اللہ نے کر کے دکھائی ہے اور وہ نفرت کریں للہی نفرت جو حضرت محمد

جیسی محبت خلیفہ کو جماعت سے ہوتی ہے یا جماعت کو خلیفہ سے ہوتی ہے اس کی کوئی مثال دنیوی تعلقات میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ یہ محبت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی آپ کے آپس کے للہی تعلقات بڑھیں گے

رسول اللہ ؐ نے کر کے دکھائی اور ان نفرتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ رحمتوں کی بارش برسانے والے وجود تھے۔ جن سے للہی نفرت ہوتی تھی ان کے لئے دعائیں کرتے، ان پر رحمتیں برساتے۔ ایسی نفرتیں کریں جو ساری دنیا میں آپ کی نفرتیں وہ عظیم انقلاب برپا کر دیں گی جو دنیا کی محبتیں بھی نہیں کر سکتیں۔ یہ نفرتیں بھی دلوں کو باندھنے والی نفرتیں بن جاتی ہیں۔ نہ آپ کی محبت دلوں کو توڑنے والی رہے گی نہ آپ کی نفرت دلوں کو توڑنے والی رہے گی۔ صلہ رحمی کی وہ آخری بات جو آنحضور ؐ نے فرمائی وہ اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوگی اور تمام دنیا ایک امت واحدہ ہی نہیں بلکہ ایک وسیع عالمی روحانی گھر میں تبدیل ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ مختصرات صفحہ ۱

(۲) قیامت کے روز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شفاعت کرنے کا ذکر قرآن مجید میں کہاں آتا ہے؟

(۳) قرآن مجید میں بعض کفار کی حالت یوں بیان فرمائی ہے کہ انہیں ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ ایسے لوگوں کو تبلیغ کیسے کی جا سکتی ہے؟

(۴) تخلیق آدم کے وقت فرشتوں نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ بظاہر درست ثابت ہوئے۔ اس صورت حال کی تشریح۔

(۵) درود شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی برکات نازل کرنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ اس کی کیا حکمت ہے اور حضرت ابراہیم ؑ پر کونسی ایسی برکات نازل ہوئی تھیں جن کے حوالہ سے یہ دعا مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے؟

(۶) رب العالمین کی ترکیب میں لفظ عالمین کے ساتھ صفت رب کے استعمال کی کیا حکمت ہے؟

(۷) امام مہدی ؑ کے چودھویں صدی میں آنے کا حدیث میں کہاں ذکر آتا ہے؟

(۸) احمدی لوگ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیوں نہیں کرتے؟

(۹) ہر مذہب والے اپنے مذہب کو سچا سمجھتے ہیں۔ کیسے معلوم ہو کہ کون سا مذہب حقیقت میں سچا ہے؟

(ع - م - ر)

جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۲۹واں جلسہ سالانہ انشاء اللہ
مورخہ ۲۹، ۳۰ و ۳۱ جولائی ۱۹۹۴ء کو
اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوگا

Earlsfield Properties
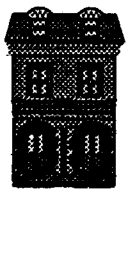
RENTING AGENTS
081 877 0762
PROPERTIES WANTEDIN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS
ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

روانڈا RWANDA

افریقہ کا ایک ملک جہاں زندگی آجکل ارزاں ہے

(ہدایت زمانی)

ان دنوں ٹیلی ویژن پر روانڈا میں قتل و غارت کے دردناک مناظر دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ جھیل میں تیرتی ہوئی انسانی لاشوں کے منظر اور متعفن لاشوں کے انبار ملک میں گھمبیر سیاسی حالات کی غماضی کرتے ہیں۔ روانڈا ایک مدت سے قبائلی خانہ جنگی کی زد میں ہے۔ حکومت بھی اپنی ہی رعایا پر باغی ہونے کا الزام لگا کر ملک میں قتل عام کر رہی ہے۔ آناً فاناً بستیوں کی بستیاں تباہ ہو رہی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق گزشتہ دو ماہ کے دوران پانچ لاکھ سے زیادہ انسان موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں۔ اور لکھو کھہا لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر ہمسایہ ملکوں میں پناہ لے رہے ہیں۔ روانڈا افریقہ کا غریب ترین ملک ہے مگر زمین زرخیز ہے۔ ستم یہ ہے کہ یہ ملک بھی خود غرضی کی بھینٹ چڑھ کر تباہ ہو رہا ہے۔

حدود اربعہ

روانڈا کے جنوب میں برونڈی، مغرب میں زائیر، شمال میں یوگنڈا اور مشرق میں تنزانیہ واقعہ ہیں۔ روانڈا سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کا حدود اربعہ ۱۰۱۷۳ مربع میل ہے۔ آبادی ۱۹۹۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۷ء۳۴۳ ملین ہے۔ آبادی کی اکثریت یعنی ۹۰ فیصد ہوتو (Hutu) قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے جبکہ Tutsi قبیلہ ۹ فیصد اور Twa قبیلہ کے لوگ کل آبادی کا ایک فیصد ہیں۔ ان قبائل کی مدتوں سے آپس میں دشمنی چلی آ رہی ہے۔

کیگالی روانڈا کا دارالخلافہ ہے۔ ملک سے برآمد ہونے والی اشیاء میں کافی، چائے اور شکر شامل ہیں۔ ملک میں کیلے کی کاشت کثرت سے کی جاتی ہے۔ روانڈا کی زیادہ تر تجارت کینیا، بلجیم اور جاپان سے ہوتی ہے۔ سرکاری زبانیں فرنچ اور کنیار وانڈا (Kinyarwanda) ہیں۔ مذہب کے اعتبار سے روانڈا کو مندرجہ ذیل طور پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

رومن کیتھولک۔ ۵۴ فیصد

پروٹسٹنٹ۔ ۱۲ فیصد

مسلمان۔ ۹ فیصد

روایتی مذہب کے پابند ۲۳ فیصد

تاریخ

یہ علاقہ ایک وقت میں Hutu کسانوں اور Twa قبیلہ کے خانہ بدوش شکاریوں کا مسکن تھا۔ آج سے تقریباً ۶۰۰ سال قبل Tutsi قبیلہ کے جنگجو لوگ جن کے پاس لمبے سینگوں والے مویشیوں کے ریوڑ ہوتے تھے اس علاقہ میں آئے اور تمام علاقہ پر قبضہ کر کے ہوتو قبیلہ کے لوگوں کو اپنا غلام بنا لیا۔

۱۸۹۷ء میں جرمنی نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا اور ۱۹۱۶ء میں جنگ عظیم اول کے دوران بلجیم کی فوج اس علاقہ پر قابض ہو گئی اس وقت اس علاقہ کا نام "روانڈا اروندی" تھا۔ ۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم کے بعد جرمنی نے اپنی تمام افریقن نوآبادیات کھو دیں اس طرح روانڈا کا انتظام بلجیم کے سپرد رہا۔

۱۹۴۶ء میں یہ علاقہ اقوام متحدہ کے زیر نگرانی آ گیا مگر انتظامی طور پر بلجیم کے ماتحت ہی رہا۔ ۱۹۵۹ء میں بادشاہ کی وفات پر ملک میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ لوگ بادشاہت سے نالاں تھے Hutu قبیلہ نے حکمران Tutsi قبیلہ کے خلاف بغاوت کر دی جس کی وجہ سے توسی قبیلہ کو بہت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ ایک اندازے کے مطابق ایک لاکھ پچاس ہزار توسی لوگوں نے ملک سے بھاگ کر ہمسایہ ملکوں میں پناہ لی اور اس طرح اپنی جان بچائی۔ ستمبر ۱۹۶۱ء میں ریفرنڈم کے مطابق ملک کے باشندوں کی اکثریت بادشاہت کے خاتمہ کے حق میں تھی چنانچہ ۲ اکتوبر ۶۱ء کو بادشاہت کے خاتمے کا اعلان کر دیا گیا۔ اور یکم جولائی ۱۹۶۲ء سے روانڈا ایک خود مختار ریپبلک کے طور پر دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ Gregoire Kayi Banda اس کا پہلا صدر مقرر ہوا مگر ۱۹۷۳ء میں فوجی میجر جنرل Habyarimana نے اسے معزول کر کے حکومت کا انتظام خود سنبھال لیا۔

اکتوبر ۱۹۹۰ء میں روانڈا سے جلاوطن کئے جانے والے توسی قبیلہ کے لوگوں نے جنہوں نے یوگنڈا میں پناہ لے کر ایک تنظیم روانڈن پیٹریاٹک فرنٹ (R.P.F) بنا رکھی تھی ملک پر حملہ کر دیا۔ اس وقت ملک کی برسراقتدار پارٹی جو نیشنل ری پبلکن موومنٹ فار ڈیموکریسی اینڈ ڈیویلوپمنٹ کے نام سے قائم تھی ملک پر بلا شرکت غیرے حکومت کرتی تھی اور میجر جنرل Habyarimana باقاعدہ الیکشن جیتتے آ رہے تھے۔ ہمسایہ ملک تنزانیہ کی رہبری میں افریقن لیڈروں کی تنظیم، آرگنائزیشن آف افریقن یونٹی (O. A. U) نے جو آج سے ۳۱ سال قبل افریقی معاملات کو آپس میں مذاکرات کے ذریعہ حل کرنے کے لئے بنائی گئی تھی فریقین میں صلح صفائی کی کوشش کی مگر وہ پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ البتہ انہوں نے اپنا دباؤ جاری رکھا اور یہ انہی کے دباؤ کا نتیجہ تھا کہ برسراقتدار پارٹی مخالف پارٹیوں کے اشتراک سے مخلوط حکومت بنانے کے لئے تیار ہو گئی۔ اس طرح جولائی ۹۱ء میں ملک کی مختلف سیاسی پارٹیوں کے اشتراک سے آئین مرتب کیا گیا اور اپریل ۱۹۹۲ء میں ایک عبوری حکومت قائم کی گئی جو برسراقتدار پارٹی اور چار مخالف جماعتوں کے اشتراک سے بنائی گئی۔ اس عبوری حکومت نے اگست ۱۹۹۲ء میں (R.P.F) سے جنگ بندی کے معاہدہ پر دستخط کر دئے مگر اس معاہدہ کے باوجود اقتدار کے حصول کے لئے قبائل نے لڑائی جاری رکھی۔

اسی طرح گو جولائی ۱۹۶۲ء میں روانڈا غیر ملکی تسلط سے آزاد ہو گیا تھا مگر چونکہ ملک میں بلجیم اور فرانس کے باشندے کافی تعداد میں موجود تھے اور ان کی حکومتوں کا مفاد بھی اس علاقہ کے ساتھ وابستہ تھا اس لئے ملک میں امن و امان کی فضا قائم کرنا آسان نہ تھا۔ بلجیم اور فرانس کی حکومتیں فوجی ڈکٹیٹر کی حمایت کرتی رہیں۔ بعض ذرائع کے مطابق بلجیم کے بادشاہ نے جو ویسے تو ملک کی سیاست میں قطعاً حصہ نہیں لیتے تھے اپنی حکومت کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ روانڈا کے صدر کی حمایت کریں کیونکہ وہ رومن کیتھولک ہیں۔ چنانچہ آر۔ پی۔ ایف کا مقابلہ کرنے کے لئے جو ملک میں مقبول بن رہی تھی فرانسیسی فوجی بھجوائے گئے اور یہ بہانہ کیا گیا کہ وہ فرانسیسی شہریوں کے تحفظ کے لئے بھجوائے گئے ہیں۔ یہ فوج ڈکٹیٹر کے ہاتھ مضبوط کرتی رہی۔ حکومت کی طرف سے بنائی ہوئی ملیشیا فوج کو انہوں نے فوجی تربیت دی۔

روانڈا میں جو دیگر سیاسی پارٹیاں سرگرم عمل ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

ریپبلکن ڈیموکریٹک موومنٹ، لبرل پارٹی، سوشل ڈیموکریٹک پارٹی، اور کرسچین ڈیموکریٹک پارٹی وغیرہ۔ یہ جماعتیں اصولی طور پر تشدد کی سیاست کی قائل نہ تھیں مگر جب ملک میں ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا تو ان کی کچھ پیش نہ گئی۔

۱۹۹۲ء کے مذاکرات کے دوران بھی قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار افریقی ممالک کی تنظیم (O.A.U) آرگنائزیشن آف افریقن یونیٹی نے فائر بندی کی نگرانی کے لئے ۵۰ کے لگ بھگ فوجی مبصر مقرر کئے مگر اس کے باوجود ملک میں تخریبی کاروائیاں جاری رہیں اور (O.A.U) جنگ بندی کے لئے مؤثر تنظیم ثابت نہ ہوئی۔

روانڈا کی بڑھتی ہوئی تشویشناک صورت حال کی وجہ سے معاملہ اقوام متحدہ میں پیش ہوا اور ۲۹ ستمبر ۱۹۹۳ء کو ایک ریزولیشن نمبر ۸۶۸ پاس کیا گیا جس میں افریقی اتحاد کی تنظیم اور خاص طور پر تنزانیہ کی طرف سے علاقہ میں امن کی کوششوں کو سراہا گیا اور سیکیورٹی کونسل نے ۲۷۰۰ فوجی ملک میں بھجوانے کا فیصلہ کیا جن میں بیشتر یوگنڈا کی سرحد پر نگرانی کے لئے متعین کئے گئے تاکہ ملک میں باغیوں کے داخلہ کو روکا جا سکے۔

اسی دوران برونڈی اور روانڈا میں مذاکرات جاری رہے مگر ۶ اپریل ۱۹۹۴ء کو جب برونڈی اور روانڈا کے صدر صاحبان تنزانیہ میں مذاکرات کے بعد ایک خصوصی طیارے میں واپس آ رہے تھے تو ان کے طیارے پر راکٹ سے حملہ ہوا جس کے نتیجہ میں دونوں صدر ہلاک ہو گئے۔ اس طرح صورت حال مزید خراب ہو جانے کی وجہ سے اقوام متحدہ نے ۲۱ اپریل ۱۹۹۴ء کو یہ اعلان کیا کہ وہ روانڈا سے فوجوں کو واپس بلا لے گی چنانچہ صرف ۴۵۰ فوجیوں کے علاوہ باقی تمام کو ملک سے واپس بلا لیا گیا۔ اور پھر یہ اعلان بھی کیا گیا کہ ان ۴۵۰ فوجیوں کا انخلاء بھی کیا جائے گا۔ اقوام متحدہ کے اس فیصلہ سے حالات نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی۔

آج کل پھر اقوام متحدہ میں روانڈا کا مسئلہ پیش ہے۔ فرانس کی حکومت کا خیال ہے کہ روانڈا میں جلد از جلد فوجی کاروائی کرنی چاہئے جبکہ امریکن وغیرہ بغیر کسی معین پروگرام کے فوجیوں کو روانڈا بھجوانے کے حق میں نہیں۔ چنانچہ سکیورٹی کونسل کے حالیہ فیصلہ پر کہ فرانس اپنی فوجیں روانڈا میں بھجوائے دنیا بھر میں حیرت کا اظہار کیا جا رہا ہے اور یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ کیوں فرانس کے علاوہ کسی اور ملک کے فوجی روانڈا میں امن قائم کرنے کے لئے نہیں بھجوائے جاتے اور اس شبہ کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ ان فوجیوں کے وہاں جانے کا مقصد سوائے اس کے کہ وہ .R.P.F کی طاقت کو کچل کر روانڈا کی عبوری حکومت کی مدد کریں اور کیا ہو سکتا ہے۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے فرانسیسی فوجیوں کے بھجوائے جانے کی حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ حالانکہ ان کے پچھلے اعلان کے نتیجہ میں جب انہوں نے کہا تھا کہ روانڈا میں امن قائم کرنے کے لئے ۵۵۰۰ فوجیوں کی ضرورت ہے۔ افریقہ کے ممالک خصوصاً زمبابوے اور گھانا نے اپنے تربیت یافتہ فوجی وہاں بھجوانے پر رضامندی کا اظہار کیا تھا مگر برطانیہ اور امریکہ نے اس افریقن پلان پر مکمل سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔

فرانس کی طرف سے دنیا کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ ان کے فوجی تھوڑی مدت تک روانڈا میں رہیں گے اور ان کا اصل مقصد ملک کے معصوم شہریوں کے قتل عام کو روکنا ہے۔ چنانچہ تازہ اطلاعات کے مطابق مورخہ ۲۵ جون ۱۹۹۴ء کو فرانسیسی چھاتہ بردار روانڈا کے جنوب مغرب کے علاقہ میں اتارے گئے۔

ان فوجیوں کے آنے پر جہاں روانڈہ کی عبوری حکومت نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا ہے وہاں آر۔ پی۔ ایف، نے بہت غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے اس سے پہلے بارہا اس بات کا اعلان کر رکھا ہے کہ وہ کسی قیمت پر فرانس یا اس کی سابقہ نوآبادیات کے فوجیوں کو اپنے ملک کی سیاست میں حصہ نہیں لینے دیں گے۔ انہوں نے اقوام متحدہ کے نمائندوں کو جو روانڈا میں موجود ہیں یہ بھی کہا کہ ملک سے تمام فرانسیسی اخباری نمائندوں کو ملک چھوڑنے کا حکم دیں۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۹۰ء میں جب فرانسیسی فوج بھجوائی گئی تھی تو انہوں نے حکومت کا ساتھ دیا تھا اور جن لوگوں کو انہوں نے فوجی تربیت دی تھی یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ملک میں تباہی مچائی اور قتل عام کیا۔

دوسری طرف فرانس کی حکومت کے مطابق ان فوجیوں کے بھجوانے کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ مہاجرین کے کیمپوں کی حفاظت کریں اور اس طرح معصوم شہریوں کے قتل عام کو بند کروائیں۔ آئندہ چند دنوں میں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں مگر اس شبہ کا اظہار کئی اطراف سے ہو رہا ہے کہ روانڈا کے ہمسایہ ملکوں میں بھی قبائلی فسادات کے واقعات میں تیزی سے اضافہ ہو جائے گا اور وہاں بھی اقتدار کی جنگ شروع ہو جائے گی۔

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK ROAD, SOUTHFIELDS, LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

SELF SERVICE/
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY CLEANING FACILITIES
J & L LAUNDERETTE
159 PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

ہماری کائنات

(آصف علی پرویز - لندن)

خاکسار نے اپنے گزشتہ مضمون میں جو انٹرنیشنل الفضل لندن میں ۲۹ اپریل ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں چھپ چکا ہے، نظام شمسی کا ایک مختصر تعارف پیش کیا تھا۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اس مضمون میں "ہماری کائنات" کا مختصر تعارف پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کل کائنات اتنی وسیع ہے کہ اس کا ایک عشر عشیر بھی سائنسدانوں کو معلوم نہیں اور جوں جوں خلاء کی سائنس میں وسعت اور ترقی ہوتی جا رہی ہے، سائنس دان اسی شدت سے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے جا رہے ہیں۔ بلکہ یہ نظریہ تقویت پکڑ رہا ہے کہ کائنات لحہ بہ لحہ مزید وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہے اور عملاً یہ محاورہ کائنات پر لاگو ہوتا ہے کہ کائنات لا محدود ہے۔

اگرچہ کسی بھی صاف رات کو ہزاروں ستارے آسمان پر جگمگاتے اور ٹمٹماتے نظر آتے ہیں لیکن آج سے دو سال قبل ہیئت دانوں کو کچھ اندازہ نہ تھا کہ ان کا زمین سے کتنا فاصلہ ہے۔ سب سے پہلی کوشش ایک جرمن ہیئت دان فریڈرک بیسل (Friedrich Bessel) نے جیومیٹری کے کچھ اصولوں کی مدد سے کی جسے انگریزی میں Parallax کا اصول کہا جاتا ہے۔ اس کو سادہ الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اگر ایک ستارے کو زمین کے ایک کونے سے دیکھا جائے اور پھر اسی ستارے کو زمین کے دوسرے کونے سے دیکھا جائے تو وہ ستارہ اپنے مقام سے ہٹا ہوا لگے گا۔ اگر اس بظاہر ہٹاؤ (Shift) کو ماپ لیا جائے تو جیومیٹری کے اصول استعمال کرنے پر اس ستارے کا زمین سے فاصلہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اسی اصول کو اپناتے ہوئے اس نے ستارہ Cygnus کا فاصلہ معلوم کیا جو کہ ۱۰۵ ملین ملین کلومیٹر ہے۔ اسے ہندسوں میں اس طرح لکھا جا سکتا ہے ۱۰۵,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ کلومیٹر۔ یہ اتنی لمبی رقم ہے کہ اسے عام حساب کتاب سے بیان کرنا صرف مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے اس مشکل کے حل کے لئے دو تجاویز سوچی گئیں۔

(۱) پہلی یہ کہ بجائے آخری صفروں کو مروجہ طریق کے مطابق ایک لائن میں لکھا جائے انہیں ۱۰ کے ہندسہ کے اوپر بطور نمبر کے لکھ دیا جائے چنانچہ اوپر والے فاصلے کو سائنس کی زبان میں $105x10^{12}$ کلومیٹر لکھا جائے گا۔

(۲) اس کا دوسرا حل یہ سوچا گیا کہ نئی اصطلاح یعنی "نوری سال" استعمال کی جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سورج کی روشنی کی رفتار ایک سال میں جتنا فاصلہ طے کرے اسے ایک نوری سال تصور کیا جائے۔ سورج کی روشنی ۳۰ کروڑ کلومیٹر فی سیکنڈ (۳۰۰,۰۰۰,۰۰۰ = $3x10^{8}$ کلومیٹر) کی رفتار سے چلتی ہے۔ اسے ایک سال میں ہونے والے کل سیکنڈوں یعنی ۶۰ × ۶۰ × ۲۴ × ۳۶۵ سے ضرب دے دی جائے تو ایک نوری سال بن جائیگا۔ ضرب دینے سے مندرجہ ذیل رقم آتی ہے۔ ۹۵۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ کلومیٹر فی سیکنڈ یا $95x10^{14}$ کلومیٹر فی سیکنڈ۔

واضح ہے کہ اسے عام الفاظ میں بیان ہی نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال اس پیمانے سے سائنس دان مختلف ستاروں کے فاصلے ماپتے ہیں اور ہم بھی اس مضمون میں فاصلوں کو نوری سال کے حساب سے ہی ماپیں گے۔ چنانچہ ستارہ Cygnus کا زمین سے فاصلہ تقریباً ۱۱ نوری سال ہے۔ گویا اس ستارے سے روشنی کی جو لہر زمین کی طرف چلتی ہے اسے زمین تک پہنچنے میں گیارہ سال لگتے ہیں!

کائنات کی تقسیم

کائنات کو بنیادی طور پر پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ہمارا شمسی نظام
(۲) زمین سے نظر آنے والے ستارے
(۳) ہماری کہکشاں
(۴) کہکشاؤں کا مقامی جھمگٹا
(۵) مقامی کہکشاؤں کا دوسری کہکشاؤں سے ملاپ

اور اس کے بعد کائنات کی وہ وسعت ہے جس کو سوائے خالق حقیقی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ہاں یہ لکھنا بھی مناسب ہے کہ دیکھی جانے والی کائنات سے مراد صرف وہی حصہ ہی نہیں جسے ہم دوربین وغیرہ کی مدد سے دیکھ سکتے ہیں بلکہ دوسرے ذرائع مثلاً مقناطیسی طاقت کو ماپنے سے یا دوسری غیر مرئی لہروں (Cosmic Rays) وغیرہ سے بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔

زمین سے نظر آنے والے ستارے

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٍالْكَوَاكِبِ

(سورہ الصّٰفّٰت : ۷)

ہم نے ورلے آسمان کو ستاروں کے ساتھ زینت دی ہے۔

گرمیوں کی کسی رات کو مشرقی ممالک مثلاً پاکستان سے آسمان پر ایک عمومی نظر ڈالنے سے ہی ہزاروں ستارے نظر آ جاتے ہیں۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ستاروں کو قریب قریب بظاہر بغیر کسی ترتیب کے جڑ دیا گیا ہو۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے بظاہر دو ستارے جو ایک دوسرے کے ساتھی ہوں، عین ممکن ہے کہ ان کے درمیان سینکڑوں نوری سالوں کا فاصلہ ہو۔ قدیم زمانے میں مصریوں اور یونانیوں نے ان ستاروں کے گروہوں کو ان کی بظاہر شکل و شباہت یا دوسرے دیومالائی ناموں سے منسوب کیا۔ جیسے "بڑی بطخ (Swan)"، دب اصغر، دب اکبر، ہرکلیس وغیرہ وغیرہ۔

اگرچہ سورج اپنا فاصلہ زمین سے کم ہونے کی وجہ سے سب سے بڑا نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض ستارے سورج سے ہزاروں بلکہ لاکھوں گنا زیادہ بڑے اور چمکدار ہیں۔ سرخی مائل ستارے اپنے سائز کے حساب سے سورج سے بہت بڑے ہیں۔ نیلگوں ستاروں کی روشنی اور چمک سورج سے ہزاروں گنا زیادہ ہے۔ چونکہ ان ستاروں کا زمین سے فاصلہ سینکڑوں نوری سالوں پر مشتمل ہے اس لئے بعض اوقات یہ اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے کہ کون سا ستارہ کتنا روشن اور گرم ہے۔ سائنسدان اس کے لئے ایک خاص طریقہ استعمال کرتے ہیں جسے Spectrography کہتے ہیں۔ مختلف سیاروں سے آنے والی روشنی کو منشوروں (Prisms) کے ذریعے ان کے بنیادی رنگوں میں پھاڑا جا سکتا ہے۔ جس ستارے کی روشنی میں سرخ رنگ کی زیادتی ہوگی وہ اس سیارے کی نسبت ٹھنڈا ہوگا جس میں نیلے رنگ کی زیادتی ہوگی۔ ان رنگوں کی مدد سے یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان ستاروں پر کون سے کیمیاوی اجزاء بھی موجود ہیں۔

یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ کیا یہ ستارے اپنی مقرر کردہ جگہوں پر ساکن ہیں یا حرکت کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس سوال کا اصولی جواب اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝

(سورۃ الانبیاء : ۳۴)

کہ کائنات کی ہر شے اس کے مقرر کردہ دائرہ میں گھوم رہی ہے۔

اگرچہ ایک عام آنکھ تو یہی مشاہدہ کرتی ہے کہ بظاہر ستارے اپنی جگہوں پر ساکن نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ستارے بڑی تیزی سے حرکت کر رہے ہیں۔ لیکن ان کا زمین سے فاصلہ اتنا زیادہ ہے کہ باوجود تیز حرکت کے ستارے زمین سے ساکن ہی نظر آتے ہیں۔

ستاروں کی درمیان کی جگہ اگرچہ کھربوں کھرب کلومیٹر وسیع ہے تاہم یہ مکمل طور پر خالی نہیں ہے بلکہ اس میں مختلف قسم کے ذرات پائے جاتے ہیں اسی طرح ان میں دوسری گیسیں اور خاص طور پر آبی بخارات، الکحل اور امینو ایسڈ بھی پایا جاتا ہے۔ بعض جگہوں پر یہ کیمیاوی مادے آپس میں جڑ جاتے ہیں ان کو سائنس کی زبان میں Nebulae کہا جاتا ہے۔ چونکہ ان Nebulae پر مختلف ستاروں سے آنے والی روشنی پڑتی ہے اس لئے بعض Nebulae روشنی کو حذف کرنے کے بعد دوبارہ خارج کرنا بھی شروع کر دیتے ہیں مثلاً Orion ستاروں کے جھرمٹ میں نہایت چمکدار Great Nabulae کہلاتا ہے۔ بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جو کہ آنے والی روشنی کو جذب کر لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ بالکل سیاہ دھبوں کی صورت میں نظر آتے ہیں ان میں سے دو Coal Sack اور Horsehead بڑے مشہور ہیں۔ ہماری کہکشاں یعنی Milky Way بھی ان سے اٹی پڑی ہے اور اسی لئے یہ ایک دودھیا راستے کی طرح نظر آتی ہے۔

یہاں یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ستارے کیونکر پیدا ہوتے اور ختم ہوتے ہیں؟ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ستاروں کے درمیان یہ خاکی ذرات ایک دوسرے کے قریب آ جاتے ہیں جس کی وجہ سے مرکز کا درجہ حرارت بہت بڑھ جاتا ہے۔ چونکہ اس کے عناصر میں ایک بڑا عنصر ہائیڈروجن گیس کا ہوتا ہے جو ہائیڈروجن بم بن کر پھٹنے لگتی ہے جس کے نتیجہ میں بے شمار حرارت، روشنی اور دوسری ریڈیائی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ نتیجۃً ایک ستارہ روشن ہو کر معرض وجود میں آتا ہے۔ یقیناً اصل عمل اس سے انتہائی زیادہ پیچیدہ ہوگا۔ ایک وقت پھر ایسا آتا ہے کہ تمام ہائیڈروجن گیس ختم ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں مزید ہائیڈروجن بم پھٹنے بند ہو جاتے ہیں اور یوں ستارہ بعض اوقات خاموشی کے ساتھ اور بعض اوقات دھماکے کے ساتھ اپنی طبعی موت مر جاتا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ آج سے ۵ ارب سال بعد ہمارے سورج کی ہائیڈروجن گیس ختم ہو جائے گی۔ سورج ایک انتہائی سرخ سیارے کی شکل اختیار کرے گا اور پھر سورج سے روشنی آنی ختم ہو جائے گی۔ اس وقت یا اس سے پہلے ہمارے شمسی نظام کا کیا بنے گا اس بارے میں کون کچھ کہہ سکتا ہے۔

وہ ستارے جو سورج سے کئی گنا بڑے ہیں جب وہ اپنی طبعی موت مرتے ہیں تو دھماکے سے پھٹنے کے بعد نیوٹران (Neutron) کا سمندر بن جاتے ہیں۔ یعنی اس ستارے کے بنیادی ذرات الیکٹران (Electron) اور پروٹان (Proton) آپس میں مدغم ہو کر نیوٹران بن جاتے ہیں۔ یہ انتہائی غیر معمولی طور پر قریب قریب ہو جاتے ہیں چنانچہ سائنسدانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ نیوٹران کے اس سمندر میں ایک چمچ بھر کا وزن دس کروڑ ٹن سے بھی زیادہ ہوگا! یہ بڑی تیزی کے ساتھ خلاء میں گھومتے رہتے ہیں اور نتیجۃً بڑی طاقتور ریڈیائی لہریں خارج کرتے ہیں۔ ان کی لہریں سمندر کے کنارے لگی ہوئی لائٹ ہاؤس کی طرح فضا میں پھیلتی ہیں چنانچہ جب انکا رخ زمین کی طرف ہو تو زمین پر لگی ہوئی ریڈیو دوربینوں (Radio Telescopes) کی مدد سے ان لہروں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ سائنسدانوں نے اسے پلسار (Pulsar) کا نام دیا ہے۔ نیوٹران ستاروں کے تباہ ہونے کا تدریجی عمل بھی جاری رہتا ہے اور آخر کار تمام مادہ

IMPORTERS & EXPORTERS
OF
READY MADE
GARMENTS
S.S. ENTERPRISES
TELEPHONE AND FAX NO:
081 788 0608

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

ایک مرکزی نکتہ پر منتج ہو جاتا ہے۔ اس کے گرد کشش ثقل اتنی طاقتور ہوتی ہے کہ روشنی کی کوئی لہر بھی یہاں سے خارج نہیں ہو سکتی۔ اس لئے سائنسدانوں نے اس حصہ کا نام سیاہ سوراخ (Black Hole) رکھا ہے۔ چنانچہ جو کوئی چیز مثلاً روشنی کی لہر اس کے اندر داخل ہو جائے تو وہ دوبارہ باہر نہیں نکل سکتی۔ اسی طرح ہیئت دانوں نے بعض اوقات یہ بھی مشاہدہ کیا کہ بعض ستارے غیر معمولی انداز میں سیاہ سوراخ نے نگل لئے اور اس کے نتیجے میں انتہائی طاقت کی شعاعیں خارج ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ شاید کسی وقت ہمارا شمسی نظام بھی سیاہ سوراخ کے گرداب میں پھنس کر نگل لیا جائے گا۔

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں غالباً اسی کی طرف اشارہ ہے

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝

(الانبیاء : ۱۰۵)

جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح بہیاں تحریر کر لپیٹ لیتی ہیں۔ جس طرح ہم نے تمہاری پیدائش کو پہلی دفعہ شروع کیا تھا اسی طرح پھر اس کو دہرائیں گے۔ یہ اپنے اوپر ہم نے لازم کر رکھا ہے۔ ہم ایسا ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ہماری کہکشاں

اگرچہ بظاہر یہی لگتا ہے کہ ستارے بغیر کسی ترتیب کے آسمان پر نظر آتے ہیں لیکن زیادہ غور کرنے کے بعد ایک احساس پیدا ہوتا ہے کہ ان ستاروں کا آپس میں ضرور کوئی تعلق ہے اور بظاہر اس بے ترتیبی میں بھی ایک نظم اور ترتیب پائی جاتی ہے۔ ہیئت دانوں نے ستاروں کے آپس میں بنے ہوئے جھرمٹ کو کہکشاں (Galaxy) کا نام دیا ہے۔ چنانچہ وہ تمام ستارے جو ہمیں خالی آنکھوں سے یا پھر دوربین وغیرہ کی مدد سے نظر آتے ہیں وہ ہماری کہکشاں کا حصہ ہے جسے دودھیا راستہ (Milky Way) کا نام دیا گیا ہے۔ ہماری کہکشاں ایک چپٹی تھالی کی طرح نظر آتی ہے جس کے درمیان میں ایک جھکاؤ (Bulge) ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہماری کہکشاں میں کم از کم ایک کھرب ستارے موجود ہیں۔ یہ ستارے آپس میں اس طرح جڑے ہوئے ہیں گویا یہ اپنے مرکز سے باہر کی طرف ایک Spiral کی طرح نکلے ہوئے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جس طرح تیز بہتے ہوئے پانی کے اندر بھنور پیدا ہوتے ہیں اور پانی چکر لگا کر اندر کی طرف جاتا ہے لیکن ہماری کہکشاں میں اس کے الٹ ہے اور ستارے بھنور سے باہر کی طرف نکلتے نظر آتے ہیں۔

اسی لئے اسے Spiral Galaxy بھی کہتے ہیں۔ ہماری کہکشاں اپنے مرکز کے گرد بہت تیزی سے گھوم رہی ہے تاہم اس کی رفتار ہر جگہ ایک جیسی نہیں۔ جو حصہ مرکز کے قریب ہے وہ باہر والے حصہ کی نسبت زیادہ تیزی سے گھوم رہا ہے۔ چنانچہ ہمارے سورج کو اس کہکشاں کے گرد گھومنے میں تقریباً ۲۲ کروڑ زمینی سال لگتے ہیں۔ اسے ایک کاسمک سال (Cosmic Year) کہتے ہیں۔ سورج کی گھومنے کی رفتار ۹ لاکھ میل فی گھنٹہ ہے جب کہ اس کا کہکشاں کے مرکز سے فاصلہ ۳۰ ہزار نوری سال ہے۔

کہکشاؤں کی دنیا

ہماری دودھیا کہکشاں کا مختصر تعارف کروانے کے بعد ہم آپ کو کہکشاؤں کی دنیا میں لئے چلتے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ کم از کم ایک سو کھرب کہکشائیں موجود ہیں۔ جن کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ سب سے پہلے ایک امریکی ہیئت داں ایڈون ہبل (Edwin Hubble) نے کہکشاؤں کو مختلف ترتیبوں میں رکھنا شروع کیا۔ چنانچہ اس نے کہکشاؤں کی ظاہر شکل و صورت کو جیومیٹری کے مختلف نام دینے شروع کئے۔ جیسے کروی کہکشاں، مخروطی کہکشاں وغیرہ وغیرہ۔ ہبل نے مختلف کہکشاؤں کے ایک دوسرے سے فاصلے ماپنے کے بھی طریق دریافت کئے۔

جو طاقتور دوربین خلاء میں بھیجی گئی ہے اس کا نام بھی ہبل دوربین رکھا گیا ہے۔ اس دوربین کی مدد سے لاکھوں نوری سال دور کی کہکشاؤں کو دیکھنے میں مدد ملے گی۔

ہر کہکشاں میں کھربوں ستارے موجود ہیں چنانچہ ایک ہمسایہ کہکشاں میں جس کا نام Andromeda Galaxi ہے، یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہماری کہکشاں سے کم از کم تین گنا زیادہ ستارے موجود ہیں! اسی کہکشاں کے قریب مزید دو کہکشائیں ہیں جو کہ Small and Large Magellanic Clouds کہلاتی ہیں۔ یہ مخروطی قسم کی کہکشائیں ہیں تاہم جو کہکشاں زمین کے قریب ترین ہے اس کی کوئی خاص شکل نہیں اس لئے یہ بے قاعدہ کہکشاں کہلاتی ہے۔ سائنسدانوں کا اندازہ ہے کہ یہ کہکشائیں ایک دوسرے سے ٹکراتی بھی رہتی ہیں مثلاً اندازہ لگایا گیا ہے کہ Cart Wheel Galaxi پہلے ایک بھنور جیسی Spiral کہکشاں تھی لیکن کھربوں برس قبل اس کا مرکز ایک ٹکر کے نتیجے میں باہر نکل گیا۔ بعض کہکشاؤں کے مرکز سے انتہائی تیز روشنی ریڈیائی لہروں کے طور پر خارج ہوتی ہے انہیں Seyfert Galaxies کہا جاتا ہے۔ سائنسدانوں نے ریڈیائی دوربینوں کی مدد سے ان لہروں کو وصول کیا ہے۔ آجکل اس قسم کی دوربینیں بڑی تیزی سے استعمال ہو رہی ہیں۔

ایک بہت ہی دلچسپ چیز جو سائنسدانوں کے سامنے آئی ہے کہ بعض انتہائی طاقتور لہریں بہت ہی دور یعنی ۲ ارب نوری سال کے فاصلے سے آ رہی ہیں۔ سائنسدانوں نے انہیں Quasars کا نام دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان کی روشنی ایک عام کہکشاں سے سینکڑوں گنا زیادہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان سے مسلسل ریڈیائی لہریں خارج نہیں ہوتیں بلکہ وقفے وقفے کے ساتھ یہ لہریں نکلتی ہیں۔ ابھی تک سائنسدان یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ Quasars میں وہ کونسی بھٹی ہے جو سینکڑوں کہکشاؤں سے بھی بڑھ کر روشنی پھیلا رہی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کے قریب ضرور کوئی غیر معمولی طور پر بڑا سیاہ سوراخ (Black Hole) ہے۔ یہ سوراخ دوسرے مادے کو بہت ہی غیر معمولی طاقت سے اپنے اندر ہڑپ کر رہا ہے۔ چنانچہ مادہ بہت زور سے اس کے اندر جا رہا ہے اور اندر جانے سے مادے کی غیر معمولی رفتار کی وجہ سے بے شمار طاقت پیدا ہو رہی ہے جو ریڈیائی لہروں کی صورت میں ہم تک پہنچ رہی ہے۔ وجہ خواہ کچھ بھی ہو Quasars سائنسدانوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں شاید ہبل دوربین جو خلا میں گھوم رہی ہے مزید اس پر کچھ روشنی ڈال سکے۔

یہاں یہ بتانا بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ جس طرح ستارے جھمگٹے بنا کر رہتے ہیں اسی طرح مختلف کہکشاؤں کے بھی جھمگٹے ہیں۔ مثلاً ہماری مقامی کہکشاؤں کے جھمگٹے میں ۳۰ کے قریب کہکشائیں شامل ہیں۔ ان کے قریب کہکشاؤں کا ایک اور جھمگٹا ہے جس میں ایک ہزار کے لگ بھگ کہکشائیں ہیں۔ گویا کہ یہ کہکشائیں خاندانوں کی طرح مل جل کر رہتی ہیں۔

کائنات کی پیدائش

قرآن مجید میں بہت ساری آیات موجود ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے کائنات کی باقاعدہ تخلیق کا ذکر فرمایا ہے اور کائنات کی تخلیق کو اپنی ہستی کے ثبوت کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ چند آیات بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

تمہارا رب یقیناً اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا ہے۔ پھر (اس کے بعد) وہ (حکومت کے) تخت پر مضبوطی سے قائم ہو گیا۔ وہ رات کو دن پر ڈھانکتا ہے جو اسے جلدی سے پکڑنا چاہتی ہے اور سورج کو اور چاند کو اور ستاروں کو اس نے اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ سب اس کے حکم کے ماتحت (بغیر کسی تنخواہ کے انسان کے) کام کر رہے ہیں۔ سنو، پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے، اور قانون بنانا بھی (اسی کا کام ہے) اللہ بہت برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

(سورہ اعراف : ۵۵)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ خدا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور ان کی پیدائش سے تھکا نہیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔ وہ اپنے ہر ارادہ کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ (الاحقاف : ۳۴)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ ان سب کو چھ اوقات میں پیدا کیا ہے اور ہم بالکل نہیں تھکے۔

(سورہ ق : ۳۹)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝

اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے محض کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا (بلکہ ان کی پیدائش میں حکمت تھی)

(الانبیاء : ۱۷)

جہاں تک ہیئت دانوں اور سائنسدانوں کا تعلق ہے کائنات کی تخلیق کے بارے میں ان کا علم محض مختلف قیاس آرائیوں (Theories) تک ہی محدود ہے۔ جن کو بعض مشاہدات اور حسابی سائنس تقویت بخشتی ہے۔ افسوس ہے کہ مغربی ممالک کے اکثر سائنسدان مذہبی علوم سے بہرہ ور نہیں ہیں بلکہ اکثریت خدا تعالیٰ کے وجود سے ہی انکاری ہے۔ نتیجۃً انہیں وہ اولوالابواب والی باطنی آنکھیں میسر نہیں جس سے نور پا کر اپنے مشاہدات اور تجربات کا صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کھرب ہا سال قبل ہوئی، پھر کائنات کی وسعت اتنی زیادہ ہے کہ عقل انسانی کے لئے اس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ ایک عام فہم مثال سے ہی کائنات کی وسعت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ اگر ہم زمین سے ایک ریت کا ذرہ لیں تو جو نسبت اس ریت کے ذرہ کو زمین سے ہوگی شاید اس سے بہت کم زمین کو پوری کائنات سے ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کائنات کی تخلیق کی جو تھیوری سائنسدانوں میں قبولیت اختیار کر چکی ہے اسے "بڑے دھماکے کی تھیوری" (Big Bang Theory) کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی ایک بڑا دھماکہ ہونے کے نتیجہ میں کائنات معرض وجود میں آئی۔

میں نے جو آیات کائنات کی تخلیق کے بارے میں لکھی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کائنات کو چھ ادوار میں پیدا کیا ہے۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ سائنسدانوں نے جو "بڑے دھماکے والی تھیوری" اپنائی ہے اسے بھی چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اگرچہ تفصیل تو بڑی پیچیدہ ہے لیکن پھر بھی میں اسے سادہ سے سادہ لفظوں میں بیان کرنے کی کوشش کرونگا۔ اس کا ذکر کرنے سے پہلے ایک امر کی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض ادوار اتنے چھوٹے ہیں کہ سیکنڈ کے کھرب در کھرب حصہ پر مشتمل ہیں ان کو سائنسی زبان میں خاص انداز سے بیان کیا جاتا ہے جو میں ایک مثال سے وضاحت کرتا ہوں۔ مثلاً اگر ہم سیکنڈ کا ہزارواں حصہ کہنا چاہیں تو اسے

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

۱۰۰۰/۱ کہیں گے یا اسے 10^{-3} سیکنڈ ہی لکھا جا سکتا ہے۔ سائنسدانوں کے بیان کردہ ادوار یہ ہیں۔

(۱) تمام قوتوں کی یکجائی کا دور.

(Era of Unification)

یہ وہ دور ہے جب خدا تعالیٰ کی پیدا فرمودہ چار بنیادی قوتیں یعنی مضبوط قوت، کمزور قوت، بجلی و مقناطیسی قوت اور کشش ثقل کی قوت [یہ چار بنیادی قوتیں ہیں جو اس کائنات کے طبعی قوانین کو کنٹرول کر رہی ہیں - یہ اپنی ذات میں ایک بڑا پیچیدہ موضوع ہے۔ اس وقت اس کی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے اتنا کہنا کافی ہے کہ مایہ ناز پاکستانی سائنسدان پروفیسر عبدالسلام صاحب کو ان پر تحقیق کے نتیجہ میں ہی نوبل انعام پیش کیا گیا] یہ سب قوتیں واحد قوت کی شکل میں نہیں۔ سائنسدانوں نے بڑے پیچیدہ حساب استعمال کر کے یہ اندازہ لگایا ہے کہ "بڑا دھماکہ" ہونے کے بعد صرف 10^{-43} اسیکنڈ تک یہ حالت قائم رہی۔ اس وقت درجہ حرارت 10^{32} درجے تک پہنچ گیا تھا۔ یہ درجہ حرارت سورج کے درجہ حرارت سے اربوں کھربوں گنا زیادہ ہے۔

یہ قوتوں کی وحدانیت کا زمانہ (Grand Unification of Forces) کہلاتا ہے اس وقت ساری کی ساری کائنات ایک ایٹم کے برابر تھی۔

(۲) پھیلاؤ کا زمانہ

(The Inflation Era)

یہ زمانہ بڑے دھماکے سے صرف 10^{-35} اسیکنڈ بعد کا زمانہ ہے ۔ اس بہت ہی معمولی وقت میں کائنات کا درجہ حرارت بڑی تیزی سے کم ہوا یعنی یہ 10^{27} اڈگری تک آ گیا۔ اور اس لمحے میں کائنات ایک ایٹم کے سائز سے بڑھ کر کھربوں کھرب گنا بڑی ہو گئی اور طاقت بہت ہی مہین ذروں میں تبدیل ہوئی جس کو X Higgs Bosons کا نام دیا گیا۔ کبھی یہ ذرے طاقت میں تبدیل ہو جاتے اور کبھی واپس ذرے بن جاتے۔

(۳) الیکٹران کی پیدائش کا زمانہ

(Electroweak Era)

بڑے دھماکے کے صرف 10^{-33} سیکنڈ بعد کا زمانہ ہے۔ اس وقت درجہ حرارت میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی۔ لیکن دو بنیادی طاقتیں یعنی کمزور طاقت اور بجلی و مقناطیسی طاقت ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئیں۔ یہ وقت تھا جب کہ الیکٹران کی بطور ایک ذرہ کے پیدائش ہوئی۔ یہ ذرہ ہے کہ جو بجلی پیدا کرنے کا موجب ہے۔ کائنات کے سائز کا اندازہ اس وقت اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ زمین کا سائز اس وقت ایک معمولی گیند کے سائز سے بھی تھوڑا تھا۔

(۴) ایٹم کی پیدائش کا زمانہ

(Creation of Atom)

یہ زمانہ بڑے دھماکے کے ہونے کے دو سیکنڈ بعد تک محیط ہے۔ "طاقت ور قوت" کے نتیجہ میں بنیادی ذرات یعنی نیوٹران اور پروٹان مرکزی جگہ پر اکٹھے ہونے شروع ہوئے ۔ گویا کہ وہ مرکز پیدا ہونا شروع ہو گیا جس نے آخر کار اس ذرہ میں تبدیل ہونا تھا جسے آجکل ایٹم کہتے ہیں۔

اس عرصہ میں درجہ حرارت میں مسلسل کمی آتی گئی اور درجہ حرارت صرف ۱۰ ارب درجے تک جا پہنچا گو ابھی بھی یہ درجہ حرارت سورج کے مرکز کے درجہ حرارت سے دس لاکھ گنا زیادہ تھا۔

(۵) عناصر کی تخلیق کا زمانہ

یہ وقت بڑے دھماکے سے ایک منٹ سے پانچ منٹ کا دور ہے۔ اس دوران درجہ حرارت بڑی تیزی سے کم ہوتا گیا۔ چنانچہ یہ صرف ۶۰ کروڑ درجے تک جا پہنچا۔ اس وقت مختلف بنیادی ذروں یعنی نیوٹران اور پروٹان نے آپس میں مل کر مختلف عناصر کے مرکزے بنانے شروع کئے جس میں نمایاں طور پر ہائیڈروجن اور ہیلیم گیسیں ہیں - یہ لکھنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ہماری کائنات کا اکثر حصہ انہی دو گیسوں یا ان کے مرکبات پر منحصر ہے۔ مثلاً پانی ہائیڈروجن اور آکسیجن کا مرکب ہے۔

مادہ کی پیدائش کا زمانہ

(Creation of Matter)

بڑے دھماکے کے پانچ منٹ بعد تبدیلی میں غیر معمولی طور پر سست رفتاری آ گئی۔ تاہم اس دوران کائنات بڑی تیزی سے پھیلتی اور وسیع ہوتی رہی۔ تقریباً دس لاکھ سال تک کائنات کا درجہ حرارت صرف تین ہزار درجے رہ گیا چنانچہ اس وقت الیکٹران نے مرکزہ کے گرد بیضوی دائروں کی شکل میں گھومنا شروع کیا۔ اور اس طرح ایٹم کی تشکیل مکمل ہو گئی ۔ یہ ایٹم ہی ہے کہ جس سے کائنات کی ہر مادی چیز مثلاً ہوا، پانی، خوراک، کائنات اور انسان وغیرہ بنے ہیں۔

(انشاء اللہ کسی اگلے مضمون میں آپ کو ایٹم کی اندرونی دنیا کی سیر کروائیں گے)

اگلے پندرہ سے بیس کھرب سالوں میں کائنات ٹھنڈی سے ٹھنڈی ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ زمین اس حد تک ٹھنڈی ہو گئی کہ نباتات اور انسانوں کی تخلیق کا عمل شروع ہوا۔ اس دوران کائنات کی وسعت بھی بڑھتی چلی گئی اور مختلف کہکشائیں اس دوران جنم لیتی رہیں۔ سائنسدانوں کا اندازہ ہے کہ کائنات کی وسعت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے ۔

یہاں میں قارئین کی دلچسپی کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک رویا کا ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔ جس کے الفاظ A Man of God میں یوں ہیں

"I would pray to God-. 'If you exist, then I am in search of you. Let me know that you are there otherwise I may drift astray and may not be held responsible. May be I am responsible, I would pray, but I think that I should not be held responsible. "

Then, one afternoon, he went through an experience which resolved for him for ever the question of the existence of God. The experience, he says, cannot be looked upon objectively as a potent proof of the existence of God, but he has no doubt that it was God's answer.

"I was in a state of semi-consciousness - halfway between a dream and reality. I saw the entire earth squeezed into a ball. There was no creation of any sort visible - no life, no cities, nothing- just the earth. Then I saw each particle of the world tremble and burst out into a slogan :OUR GOD! Each particle was proclaiming the reason for its existence.

"The whole world was flooded with a strange light and every atom of the earth began to swell and contract in rhythm. I found myself repeating the words 'OUR GOD'."

یعنی میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ اے اللہ اگر تو ہے تو میں تیری تلاش میں ہوں۔ مجھے اپنا وجود دکھا ایسا نہ ہو کہ میں صحیح راستے سے بھٹک جاؤں ۔ اگرچہ میں اس کا ذمہ دار ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔

پھر ایک سہ پہر آپ ایک ایسے تجربے سے گزرے کہ جس نے خدا کے وجود کا مسئلہ ہمیشہ ہمیش کے لئے حل کر دیا۔ اگرچہ یہ تجربہ ایک عام آدمی کے لئے خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے تو کافی نہیں لیکن پھر بھی آپ کو یہ یقین تھا کہ یہ خدا کا براہ راست جواب تھا۔

حضور بیان کرتے ہیں کہ میں نیم غنودگی کے عالم میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ ساری دنیا (کائنات) ایک گیند کی طرح چھوٹی ہو گئی اور اس وقت اور کوئی تخلیق دکھائی نہ دیتی تھی۔ نہ کوئی شہر، نہ کوئی زندگی بالکل کچھ بھی نہ رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ زمین کے ہر ذرے نے ہلنا شروع کیا اور یہ ترانہ گانا شروع کیا "ہمارا خدا" - ہر ذرہ اپنی بقا کی وجہ بیان کر رہا تھا۔ ساری دنیا ایک عجیب و غریب روشنی سے بھر گئی اور ذروں نے ایک تنوع کے ساتھ بڑھنا اور پھیلنا شروع کیا اور میں بھی اس وقت یہی کہہ رہا تھا کہ "ہمارا خدا" ۔

گویا خدا تعالیٰ نے کائنات کے وجود اور اس کی پیدائش کو اپنی عظیم ہستی کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔

اجرام فلکی کے کروی ہونے کی وجہ

پچھلے مضمون میں خاکسار نے اجرام فلکی کے کروی ہونے کے سائنسی جواب کو تشنہ چھوڑ دیا تھا۔ اب مختصراً اس کا جواب پیش کرتا ہوں۔ ہمارا یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر کوئی چیز آسمان کی طرف پھینکی جائے مثلاً ایک گیند کو پھینکا جائے تو زمین کی طرف واپس آ جاتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ضرور کوئی طاقت ہے جو ہر چیز کو واپس اپنی طرف کھینچتی ہے۔ سائنسدانوں نے اس طاقت کو کشش ثقل (Gravity) کا نام دیا ہے۔ زمین کی کشش ثقل ۹۸۱ سنٹی میٹر فی سیکنڈ ہے دوسرے سیاروں کی کشش ثقل زمین سے مختلف ہے۔ جب خلاباز زمین سے اندازاً سو میل اوپر چلے جاتے ہیں تو کشش ثقل کا اثر معدوم ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے ہی کشش ثقل کی بنیادی طاقت پیدا فرمائی ہے۔ چنانچہ جب مختلف سیارے و ستارے اپنی ابتدائی حالت میں تھے تو اس کے ایٹم اس کے مرکزی حصہ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مادہ نے گول شکل اختیار کی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسی کشش ثقل کی وجہ سے مختلف سیاروں اور ستاروں کو اپنے مقرر کردہ مداروں میں چلایا۔ چنانچہ اگرچہ ہر سیارہ کروی شکل کا ہے مگر ضروری نہیں کہ وہ ایک کامل گول کرہ ہو مثلاً زمین اپنے قطبین کے نزدیک پچکی ہوئی ہے۔

کائنات میں زندگی

یہاں ضمناً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی وسیع و عریض کائنات میں کیا زمین کے علاوہ زندگی موجود ہے یا نہیں؟ اس وقت تک جتنی بھی تحقیقات ہوئی ہے اس کے نتیجے میں سائنسدان کہیں بھی کسی قسم کی زندگی کے آثار نہیں پا سکے لیکن یہ کہنا غلط ہو گا کہ کہیں بھی زندگی نہیں ہے۔ عین ممکن ہے کہ کائنات کے دور دراز ستاروں یا کہکشاؤں میں زندگی کسی اور رنگ میں موجود ہو اور اس زندگی کی ہیئت ترکیبی اور اس کو کنٹرول کرنے والا نظام اس زندگی سے بالکل مختلف ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ علم ہیئت میں اتنی ترقی ہونے کے باوجود ابھی ہم علم کی بالکل ابتدائی حالتوں میں ہیں۔ لیکن اس میدان میں تحقیقات کی نت نئی راہیں کھل رہی ہیں۔ قرآن مجید کی یہ آیت:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ
وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا
خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۲﴾

(آل عمران : ۱۹۲)

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کے لئے یقیناً کئی نشان (موجود) ہیں۔ (وہ عقلمند) جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب تو نے اس (عالم) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو (ایسے بے مقصد کام کرنے سے) پاک ہے۔ پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا (اور ہماری زندگی کو بے مقصد بنانے سے بچا لے) ۔

بار بار ہمیں کائنات کے بارے میں غور و فکر کی دعوت دے رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اولوالالباب میں سے بنائے اور کائنات کی گہرائیوں پر غور کرتے ہوئے خالق کائنات کی طرف ہی ہماری نظر جائے۔ آمین۔ اللھم آمین۔

ASIAN JEWELLERY AT DISCOUNTED PRICES
LATEST DESIGNS IN STOCK
UK DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS WELCOME
REPAIRS AND ALTERATIONS
DULHAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LN
PHONE 0922 33229

خلافت

(مرزا محمد دین ناز)

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے روزنامہ نوائے وقت میں "جمہوریت نہیں خلافت" کے موضوع پر ایک سلسلہ مضامین شائع کیا، جس میں خلافت علیٰ منہاج النبوت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"....... اسی کو ہم کہتے ہیں "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" یعنی نبوت کے راستہ پر خلافت۔ یوں سمجھئے کہ جو مشن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض کیا گیا تھا اس کا پہلا مرحلہ تو آپؐ کے دست مبارک سے خود آپ کی زندگی میں تکمیل پا گیا۔ یعنی جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اللہ کی حاکمیت بتمام و کمال قائم ہو گئی۔ لیکن اس کا دوسرا مرحلہ یعنی پورے کرہ ارض پر اللہ کی حاکمیت کا قیام ابھی باقی تھا اور یہ خلافت گویا کہ اس مشن کی تکمیل کے لئے وجود میں آئی تھی۔ جس کے چلانے والے وہ لوگ تھے جو آنحضورؐ کے سب سے زیادہ قریبی، سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور سب سے زیادہ معتمد علیہ تھے .... خلافت راشدہ کو بعد کی خلافتوں پر قیاس نہ کیجئے یہ اپنی جگہ پر ایک مخصوص نوعیت کی خلافت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ کے فیصلے واجب الاطاعت ہیں اور اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کا اتباع کرو .... اس کے بعد جو خلافتیں بھی آئیں چاہے بنو امیہ اور بنو عباس کی خلافتیں تھیں، چاہے عثمانی ترکوں کی، یہ خلافتیں شخصی خلافتیں تھیں ...... لیکن نہ وہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تھی اور نہ ہی خلافت المسلمین۔ بایں معنی کہ مسلمانوں نے اپنی رائے سے اس کا انتخاب کیا ہو"۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

پھر جمہوریت ہو یا صدارتی نظام اس کو خلافت کا نام دینے کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"اسلام کی رو سے نہ پارلیمانی نظام خلافت لازمی ہے نہ صدارتی خلافت لازمی ہے اور نہ ہی ان دونوں میں سے کوئی طرز خلافت ممنوع ہے بلکہ یہ دونوں مباح کے درجے میں ہیں"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

پھر تجویز کے رنگ میں لکھتے ہیں:۔

"بہر حال اب ہمیں لفظ خلافت کو اپنانا چاہئے اور اسے استعمال کرنا چاہئے جو ہماری تاریخ میں اور ہمارے اسلاف میں موجود رہا ہے۔ امریکہ اور انگلستان میں چند سالوں سے میری ملاقات عالم عرب کے نوجوانوں کی ایک تحریک "حزب التحریر" کے رہنماؤں سے ہوتی رہی ہے، اس تحریک نے بھی اسی لفظ خلافت کو اپنایا ہے اور انہوں نے اپنی جدوجہد کا منتہائے مقصود دنیا میں احیائے خلافت کو قرار دیا ہے۔ پچھلے دنوں کچھ اور حضرات سے ملاقات ہوئی تو ان سے گفتگو کے بعد یہ انشراح صدر ہوا کہ اب ہمیں جمہوریت کی اصطلاح ترک کر کے اصل قرآنی اور دینی اصطلاح خلافت ہی اختیار کرنی چاہئے"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

جناب اثر چوہان صاحب نے "ڈاکٹر اسرار احمد اور تحریک خلافت" کے عنوان سے "جمہوریت نہیں خلافت" کے سلسلہ مضامین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"ڈاکٹر صاحب نے فرمایا "قرآن و حدیث کی رو سے ہمیں یقین کامل ہے کہ نظام خلافت پوری دنیا میں قائم ہو کر رہے گا البتہ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نقطہ آغاز بننے کی سعادت کس خطہ ارض کے حصہ میں آئے گی" لیکن اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کا نقطہ آغاز سلطنت خداداد پاکستان ہی بنے گی۔

...... بلاشبہ خلافت راشدہ کا دور ایک سنہری دور تھا خود ڈاکٹر صاحب بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ دور اب واپس نہیں آ سکتا۔ بنو امیہ، بنو عباس، اور عثمانی ترکوں کی "خلافت" بادشاہت کا دوسرا نام تھا۔ آخری عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید کے "دور خلافت" میں ترکیہ کو یورپ کا مرد بیمار کہا جاتا تھا۔ پھر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی قیادت میں ترکوں نے "خلافت" کا ادارہ ختم کر کے جمہوریت کو گلے لگا لیا۔

۷۸ سال بعد خلافت کے احیاء کا خیال ڈاکٹر صاحب کو اس وقت آیا جب ان کا "ذہن منتقل" ہوا اور ذہن اس وقت منتقل ہوا جب ان کی ملاقات "حزب التحریر" کے رہنماؤں سے ہوئی جو پوری دنیا میں "خلافت کا نظام" قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب کا ذہن منتقل ہو چکا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ پاکستانی قوم کا "ذہن منتقل" ہو جائے۔

ڈاکٹر صاحب سے پوچھا گیا "پاکستان میں نظام خلافت کب قائم ہو گا؟" فرمایا "فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میری عمر اس وقت ساٹھ سال ہو گئی ہے اگر کچھ تازہ دم رفقاء مل گئے تو شاید منزل قریب آ جائے لیکن ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ دنیا بھر میں خلافت قائم ہو کر رہے گی"۔ ڈاکٹر صاحب خلافت کا نظام قائم کرنے سے پہلے "انقلاب" لانا چاہتے ہیں اور اس انقلاب کے لئے انہیں دو لاکھ افراد کی ضرورت ہے۔ ان کا خیال ہے کہ دو لاکھ منظم لوگ پاکستان میں وہی کردار ادا کر سکتے ہیں جو امام خمینی کی قیادت میں ایران کے نہتے لوگوں نے ادا کیا تھا۔ یہ دو لاکھ افراد کب تک اکٹھے ہو جائیں گے؟ اس بارہ میں بھی ڈاکٹر صاحب نے وثوق سے کچھ نہیں بتایا۔

ڈاکٹر صاحب فی الحال اپنی تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کے ارکان پر اس طرز کی پابندی نہیں لگاتے کہ وہ موجودہ سیاسی اور انتخابی عمل کا بائیکاٹ کر دیں، انہیں ووٹ دینے کی اجازت ہے لیکن خود انتخاب لڑنے کی اجازت نہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ موجودہ سیاسی نظام اس وقت تک چلتا رہے جب تک ان کی تحریک خلافت دو لاکھ افراد اکٹھے نہ کر لے اور یہ دو لاکھ افراد انقلاب لا کر ملک میں خلافت کا نظام قائم نہ کر دیں اس وقت تک تقریر اور تحریر کا محاذ گرم رہے گا"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

جناب اثر چوہان صاحب کے تبصرہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی یہ منطق کہ موجودہ نظام کا ہی نام خلافت رکھنے سے انقلاب آ جائے گا اور پاکستان اور بعد ازاں دنیا نظام خلافت کو اپنا لے گی سمجھ سے بالا ہے اور ناقابل یقین بھی! چنانچہ "ایڈیٹر کی ڈاک" میں روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء صـ ۱۱ پر جناب لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر ایم۔ اے۔ کے مسرت لاہور کینٹ کے خط سے بھی اسی قسم کا تاثر ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا مضمون "جمہوریت نہیں خلافت" بڑی دلچسپی اور غور و خوض سے پڑھا۔ صاحب مضمون عام قاری کو کیا سمجھانا چاہتے تھے کچھ صاف بیان نہیں کر پائے۔ ڈاکٹر اسرار ہمیشہ سے ہی اپنی انفرادیت کے عفریت میں کھوئے ملتے ہیں۔ وہ کیا چاہتے ہیں انہیں غالباً خود بھی پتہ نہیں۔ اگر معلوم ہے تو یہ کہ انہیں "امیر" مان لیا جائے ان پر بیعت کر لی جائے تو پاکستان کیا اسلامی ممالک کے پرابلم حل ہو جائیں گے"۔

خلافت کا تصور بہت پاکیزہ ہے اور یہ قرآن و سنت کی روشنی میں دو قسم کی ہے۔ ایک خدا تعالیٰ نے انبیاء کو خلیفۃ اللہ فرمایا ہے جو ظلمت و گمراہی کے دور میں انسان کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے تشریف لاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی روحانی بادشاہت کے علمبردار ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنا مشن ایک حد تک مکمل کر کے اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملتے ہیں تو ان کی صحبت سے فیضیاب امت کے بہترین افراد کو خدا تعالیٰ ان انبیاء علیہم السلام کے مشن کی تکمیل کے لئے چن لیتا ہے اسے "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کہتے ہیں۔ اس پاکیزہ تصور کو جس کا مشن روحانیت کے خمیر سے اٹھایا جاتا ہے۔ اور جس کا نظام خود خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے کھڑا کیا جاتا ہے۔ ایک عام مادی نظام یا مغربی طرز نظام پر بطور لیبل لگا دینے سے تو مسائل کا حل نہیں ہو سکتا اور پھر خصوصاً ایسے نظام پر جس کے بارے میں اہل فکر و دانش کا یہ نظریہ ہو:

"مملکت خداداد کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کہتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس ہو گی کہ قرآن اور سنت پر عمل در آمد کے دعویداروں کا کردار کس حد تک "ننگ دین ــ ننگ وطن ــ ننگ حرم بن چکا ہے"۔

(روزنامہ نوائے وقت، ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۱ء، زیر عنوان "قومی امانتوں میں خیانت")

موجودہ سیاسی نظام کو خلافت کا نام دینا طفل تسلی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور نہ اس لیبل لگانے سے معاشرہ خود بخود اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ان اصطلاحات کو جو خالصۃً الٰہی نظام سے تعلق رکھتی ہوں کس طرح ناقص انسانی نظام پر چسپاں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ایسا نظام خود بخود چند لوگوں کے اکٹھا ہونے سے جنم لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورہ نور: ۵۶)

کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے لوگوں کو خلیفہ کے مقام سے سرفراز فرمایا تھا۔ پہلی امتوں کو خلافت کیسے عطا کی گئی؟۔ جس طرح پہلی امتوں میں خلافت کا طریق کار اپنایا گیا ویسے ہی امت محمدیہ کو اس نعمت سے نوازا جائے گا اور یہ خدائی وعدہ ہے یہ الٰہی نظام ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ ہے۔ کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ خلافت کے نظام کو رائج کر سکے یا احیاء کر سکے کیونکہ مذہبی تاریخ میں ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ ایک نبی کی بعثت کے بعد جب اس کی امت تنزل کا شکار ہوئی ہو تو اس امت کے چند افراد مل کر احیائے خلافت کا علم لے کر کھڑے ہوئے ہوں اور وہ کامیاب ہوئے ہوں بلکہ ایسے وقت میں پھر خدا تعالیٰ کا دست قدرت حرکت میں آتا ہے اور خلافت کا

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
ARNEY'S
164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
#91 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

Al Fazl International Weekly, London

16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587

TELEPHONE NO. 081-870 8517

FAX NO. 081-870 1095

نظام رائج کر کے دنیا کو دکھاتا ہے کہ میرا نظام انسانیت کے لئے سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ قوی ہے کہ باوجود مخالفتوں کے غالب آکر رہتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کے اصول کے مطابق حدیث میں امت محمدیہ کے لئے بھی یہی طریق روا رکھا گیا... عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًا فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ.. ثُمَّ سَكَتَ.

(مسند احمد بحوالہ مشکوۃ باب الانذار والتحذیر)

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھالے گا اور پھر نبوت کی طرز پر خلافت راشدہ قائم ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھالے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق کوتہ اندیش بادشاہت قائم ہوگی جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے۔ جب یہ دور ختم ہوگا تو ظالمانہ بادشاہت قائم ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم و ستم کے دور کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ یہ فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔

چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت اور خلافت راشدہ کے بعد "ملکاً عاضاً" اور "ملکاً جبریۃ" فرمایا۔ اس کے لئے اصطلاح "خلافت المسلمین" درست نہیں۔ ہمارا ذوق بے شک خلافت بنو امیہ، خلافت بنو عباس، خلافت عثمانیہ کہتا رہا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ بادشاہتیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک کو خلافت قرار دیا جو آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ پھر اپنے امام مہدیؑ کے ذریعہ دنیا میں قائم فرمائے گا۔ اس کے علاوہ فرمان رسولؐ کے مطابق کوئی خلافت نہیں اور نہ کسی نظام کو خلافت کا نام دیا جا سکتا ہے اور یہ جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے فرمایا کہ "قرآن اور حدیث کی رو سے ہمیں کامل یقین ہے کہ نظام خلافت پوری دنیا میں قائم ہو کر رہے گا" مبنی بر حقیقت ہے لیکن ان کو یہ یقین نہیں کہ "اس کا نقطہ آغاز بننے کی سعادت کس خطہ ارضی کے حصہ میں آئے گی"۔

نظام خلافت ضرور غالب آئے گا اور ساری دنیا میں قائم ہو گا لیکن وہ نظام نہیں جو امریکہ اور انگلستان کے نوجوان (حزب التحریر) کے اذہان میں ہے یا جسے ڈاکٹر اسرار صاحب مایوسی کے عالم میں جو نظام رائج ہے خلافت کا نام دے رہے ہیں بلکہ وہ نظام خلافت غالب آئے گا جس کی نشاندہی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور جو حضرت امام مہدیؑ کے ذریعہ ظاہر ہو چکا ہے۔

بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس نظام خلافت کا حصہ بنیں۔ یہی ہیں جن کے ذریعہ آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کی توحید کے گن گائے جائیں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا جائے گا۔ اللھم اجعلنا منھم۔

تاریخ احمدیت

۱۸۸۶ء

۱۸۸۶ء تاریخ احمدیت میں ایک نہایت درجہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دین اسلام کے شرف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صداقت و عظمت کے اظہار کے لئے ایک "پسر موعود" کی عظیم الشان خبر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں قادیان سے باہر چلہ کشی کرنے کی تحریک اٹھی اور آپ نے ۱۸۸۴ء میں سوجان پور کا فیصلہ کر کے اپنے عقیدت مند مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ کو اپنی منشاء سے اطلاع بھی دے دی مگر حضور کو الہاماً بتایا گیا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔ سو حضور بہلی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے راستے ۲۲ جنوری ۱۸۸۶ء کو ہوشیار پور تشریف لے گئے اور چلہ کشی کے نتیجہ میں مصلح موعود اور پردہ غیب میں پوشیدہ جماعت کے شاندار مستقبل کے متعلق بھاری بشارتیں پانے اور تبلیغ اسلام کی مہمات میں حصہ لینے کے بعد ۱۷ مارچ ۱۸۸۶ء کو بانیل مرام قادیان واپس پہنچے۔

حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ (جنہیں اس موقعہ پر ابتداء سے آخر تک ہم سفر رہنے کا شرف نصیب ہوا) اس تاریخی سفر کی روداد یوں بیان کرتے ہیں کہ "حضرت صاحب نے ۱۸۸۴ء میں ارادہ فرمایا تھا کہ قادیان سے باہر جا کر کہیں چلہ کشی فرمائیں گے اور ہندوستان کی سیر بھی کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ سوجان پور ضلع گورداسپور میں جا کر خلوت میں رہیں اور اس کے متعلق حضور نے ایک اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا پوسٹ کارڈ بھی مجھے روانہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی اس سفر اور ہندوستان کے سفر میں حضور ساتھ رکھیں۔ حضور نے منظور فرمالیا۔ مگر پھر حضور کو سفر سوجانپور کے متعلق الہام ہوا کہ تماری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔ چنانچہ آپ نے سوجان پور جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور ہوشیار پور جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب آپ ماہ جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور جانے لگے تو مجھے خط لکھ کر حضور نے قادیان بلالیا۔ اور شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو خط لکھا کہ میں دو ماہ کے واسطے ہوشیار پور آنا چاہتا ہوں کسی ایسے مکان کا انتظام کر دیں جو شہر کے ایک کنارہ پر ہو اور اس میں بالاخانہ بھی ہو۔ شیخ مہر علی نے اپنا مکان جو طویلہ کے نام سے مشہور تھا خالی کروا دیا۔ حضور بہلی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے راستہ تشریف لے گئے۔ میں اور شیخ حامد علی اور فتح خان ساتھ تھے ....

دوسرے دن ہوشیار پور پہنچے۔ وہاں جاتے ہی حضرت صاحب نے طویلہ کے بالاخانہ میں قیام فرمایا اور اس غرض سے کہ ہمارا آپس میں کوئی جھگڑا نہ ہو ہم تینوں کے الگ الگ کام مقرر فرما دئے۔ ....

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بذریعہ دستی اشتہارات اعلان کر دیا کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت پر بلائیں۔ ان چالیس دن کے گزرنے کے بعد میں یہاں بیس دن اور ٹھہروں گا۔ ان بیس دنوں میں ملنے والے ملیں، دعوت کا ارادہ رکھنے والے دعوت دے سکتے ہیں اور سوال و جواب کرنے والے سوال و جواب کر لیں۔ اور حضرت صاحب نے ہم کو بھی حکم دے دیا کہ ڈیوڑھی کے اندر زنجیر ہر وقت لگی رہے اور گھر میں بھی کوئی شخص مجھے نہ بلائے۔ میں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے جس حد تک کہ ضروری ہے اور نہ اوپر بالاخانہ میں کوئی میرے پاس آوے۔ میرا کھانا اوپر پہنچا دیا جاوے مگر اس کا انتظار نہ کیا جاوے کہ میں کھانا کھالوں۔ خالی برتن پھر دوسرے وقت لے جایا کریں۔ ....

میں کھانا چھوڑنے اوپر جایا کرتا تھا اور حضور سے کوئی بات نہیں کرتا تھا مگر کبھی حضور مجھ سے خود بات کرتے تھے تو جواب دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا میاں عبداللہ ان دنوں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھل رہے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر ان کو لکھا جاوے تو کئی ورق ہو جاویں۔ .... پسر موعود کے متعلق الہامات بھی اسی چلہ میں ہوئے تھے اور بعد چلہ کے ہوشیار پور سے ہی آپ نے اس پیش گوئی کا اعلان فرمایا تھا۔ جب چالیس دن گزر گئے تو پھر آپ حسب اعلان بیس دن اور وہاں ٹھہرے۔ ان دنوں میں کئی لوگوں نے دعوتیں کیں اور کئی لوگ مذہبی تبادلہ خیالات کے لئے آئے اور باہر سے حضور کے پرانے ملنے والے لوگ بھی مہمان آئے۔ انہی دنوں میں مرلی دھر سے آپ کے مباحثہ ہوا جو سرمہ چشم آریہ میں درج ہے۔ جب دو مہینے کی مدت پوری ہو گئی تو حضرت صاحب واپس اسی راستہ سے قادیان روانہ ہوئے۔ ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر ہے جہاں کچھ باغیچہ سا لگا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضور تھوڑی دیر کے لئے بہلی سے اتر آئے اور فرمایا یہ عمدہ سایہ دار جگہ ہے یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاتے ہیں۔ اس کے بعد حضور قبر کی طرف تشریف لے گئے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ساتھ ہو گیا اور شیخ حامد علیؓ اور فتح خان بہلی کے پاس رہے۔ آپ مقبرہ پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھول کر اندر گئے اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور تھوڑی دیر تک دعا فرماتے رہے۔ پھر واپس آئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "جب میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو جس بزرگ کی یہ قبر ہے وہ قبر سے نکل کر دوزانو ہو کر میرے سامنے بیٹھ گئے اور اگر آپ ساتھ نہ ہوتے تو میں ان سے باتیں بھی کر لیتا۔ ان کی آنکھیں موٹی ہیں اور رنگ سانولا ہے"۔ پھر کہا کہ دیکھو اگر یہاں کوئی مجاور ہے تو اس سے ان کے حالات پوچھیں۔ چنانچہ حضور نے مجاور سے دریافت کیا۔ اس نے کہا میں نے خود نہیں دیکھا کیونکہ ان کی وفات کو قریباً ایک سو سال گزر گیا ہے۔ ہاں اپنے باپ دادا سے سنا ہے کہ یہ علاقہ کے بڑے بزرگ تھے اور اس علاقہ میں ان کا بہت اثر تھا۔ حضور نے پوچھا ان کا حلیہ کیا تھا؟ وہ کہنے لگا سنا ہے کہ سانولا سا رنگ تھا اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہو کر قادیان پہنچ گئے۔

سفر ہوشیار پور کے ان اجمالی حالات میں حضرت کی چلہ کشی، پسر موعود کی پیش گوئی اور مباحثہ مرلی دھر نمایاں واقعات ہیں۔ چلہ کے اختتام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار تحریر فرمایا جس میں آپ نے پسر موعود کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی خبر کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ یہ اشتہار اخبار ریاض ہند امرتسر کے یکم مارچ ۱۸۸۶ء کے ایشوع میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت، مرتبہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

NEW AND SECOND-HAND SPARES

SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS

TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD,
MANCHESTER, M8 7HY